مذاہب عالم میں اسلام کا ترجمان

ماہنامہ

مکالمہ بین المذاہب لاہور

چیف ایڈیٹر مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی

دسمبر 2023ء - جمادی الاولیٰ 1445ھ

اس شمارے میں

- اور اب۔۔ سقوطِ غزہ
  قولِ فیصل
- ابنِ مریم کی پیدائش
  قرآن اور انجیلوں کا بیان
- اسلام اور عیسائیت
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزامات
  اور ان کی حقیقت

Email:almazahib@yahoo.com

دینی تعلیم، اخلاقی تربیت، سماجی خدمت کا معتبر، منفرد ادارہ

جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ کامونکے ضلع گوجرانوالہ

- قرآنی تعلیم، تبلیغ اور اخلاقی و روحانی تربیت
- اسلام کی دعوت اور باطل مذاہب کا علمی تعاقب
- ماہنامہ مکالمہ بین المذاہب اور ماہنامہ انوار الحرمین کی اشاعت
- مطالعہ مذاہب کورس کے ذریعہ علماء اور سکالرز کی تربیت
- غریب اور نادار بچوں کی تعلیم اور کفالت
- ویلفیئر ہسپتال میں نادار مریضوں کا مفت علاج

عطیات، زکوٰۃ، صدقات اور دعاؤں کے ذریعہ تعاون اور سرپرستی کی اپیل ہے

جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ کامونکے

اکاؤنٹ نمبر: PK06ABPA0010003654280015 الائیڈ بنک، جی۔ٹی روڈ کامونکے ضلع گوجرانوالہ

معاصر مذاہب اور منحرف نظریات کے تقابلی مطالعہ سے اسلام کی صداقت واضح ہوتی ہے، ڈاکٹر علامہ خالد محمود

مذاہب عالم میں اسلام کا ترجمان

ماہنامہ **مکالمہ بین المذاہب** لاہور

{شمارہ 6}	دسمبر 2023ء جمادی الاوّل 1445ھ	{جلد نمبر 16}

یہ مجلہ...... مذاہب کے درمیان مکالمہ میں

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

اور ترجمانِ اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

کے انداز کا امین اور ان کے کردار کی روشنی میں امت کی فکری تربیت کا علمبردار ہے

چیف ایڈیٹر:

مبلغِ اسلام، مولانا عبدالرؤف فاروقی

فون: 0300-4731347

ایڈیٹر: حافظ محمد اسامہ

0300-7400678

قیمت فی شمارہ

50 روپے

پتہ برائے خط و کتابت

جامع مسجد خضراء، سمن آباد، لاہور

محمد اسامہ نے وفاق پرنٹنگ پریس 6۔اے وارث روڈ، لاہور سے چھپوا کر
مرکز تحقیق اسلامی جامعہ اسلامیہ، کاموں کے، ضلع گوجرانولہ سے جاری کیا

{فہرست}

	عنوانات صفحہ نمبر	نمبر شمار
5	اداریہ...........اوراب سقوط غزہ	(1)
9	مطالعہ مذاہب: ابن مریم۔کی پیدائش قرآن......اورانجیلوں کا بیان	(2)
20	صحابہ کرام پر الزامات اوران کی حقیقت	(3)
39	اسلام اورعیسائیت	(4)

☆......☆......☆

{......ناشر......}

مرکز تحقیق اسلامی......جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

کاموں کے، ضلع گوجرانوالہ، پاکستان

ویب سائیٹ:

Web:www.Jamia-islamia.com
Email: almazahib@yahoo.com
فون:055-6665121 -- 0300-9405178

قول فیصل مدیر اعلیٰ

''مکالمہ''

اداریہ

اور اب سقوط غزہ......

سات اکتوبر سے جنگ جاری تھی۔ جنگ تو نہ تھی یکطرفہ قتل عام تھا۔ کہ سترہ نومبر کو عارضی جنگ بندی کے دوران قیدیوں کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ پر پہلے سے یہودیوں کا قبضہ تھا۔ غزہ فلسطین کا حصہ تھا۔ فلسطین کے بڑے حصہ پر اسرائیلی حکومت قائم ہے۔ اقوام متحدہ کا حصہ ہے۔ کتنے ہی مسلم ممالک بھی اسے تسلیم کرنے کے لیے پر تول رہے تھے۔ چند ممالک نے تو سفارتی تعلقات قائم بھی کر لیے تھے کہ حماس۔ جو بچے کھچے فلسطین پر انتظامی اتھارٹی کی حکمران ہے اور محمود عباس اس کے سربراہ ہیں۔ نے تنگ آمد بجنگ آمد کے تحت۔ یا کسی کی حوصلہ افزائی اور مشورے پر یا عرب مسلم قومیت کے جذبہ سے یا کسی موصوم سی امید کے خیال سے۔ اسرائیل پر میزائل حملہ کر دیا اور جنگ چھڑ گئی۔ جو جنگ نہ رہی کہ عالمی برداری نے اسرائیل کو اس قتل عام میں حق بجانب قرار دیا۔ مسلم ریاستوں کے حکمران دم بخود۔ اتنا کہتے رہے۔ ہم فلسطینیوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اور عارضی جنگ بندی کے معاہدے یعنی 16 نومبر تک غزہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔ 20 ہزار انسان شہید کر دیئے گئے۔ نہ جانے کتنی عورتوں اور بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اور جنگ بندی ہوئی۔ جب سقوط غزہ کی کاروائی مکمل ہو گئی۔ یعنی اب ارض فلسطین کے اس حصہ پر بھی جسے غزہ کہتے ہیں۔ اسرائیل کا قبضہ ہو گیا۔ اسرائیل تو اسرائیل ہے۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی۔ تو نصاریٰ ہیں اور یہود کے ہمنوا...... بیروت۔ قاہرہ۔ تہران، استنبول۔ اور۔ اور۔ اور۔ سب

نے کیا کیا کہ اب سب مطمئن ہیں۔خوش ہیں۔اپنے اپنے معاملات میں مست۔

اور کتنے ابن سباء۔ابن اُبی ہیں۔ابن علقمی ہیں کہ اپنے تاریخی کردار پر بغلیں بجارہے ہیں، بہرحال۔غزہ کا سقوط ہو گیا۔اور سقوط بغداد۔سقوط ڈھاکہ۔سقوط کابل وقندھار اور سقوط خلافت عثمانیہ کا زخم تازہ ہو گیا۔

آج شیخ سعدی ہوتے تو کہتے۔

آسماں راحق بود گرخوں ببارد بر زمیں

اور اقبال ہوتے تو ڈھارس بندھاتے کہ

اگر...... پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

لیکن نہ کوئی صلاح الدین ایوبی ہے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھتا اور ایڑ لگا دیتا۔حتی کہ کوئی حجاج بن یوسف بھی نہیں کہ کسی محمد بن قاسم کے گلے میں تلوار حمائل کرنا۔اور نہ کوئی شیخ سعدی ہے کہ مرثیہ کہے سقوط غزہ کا۔اور نہ کوئی اقبال ہے جو امید کا چراغ روشن کرے، کوئی نہیں۔لیکن اللہ ہے۔بس اللہ ہی اللہ!

آخری اطلاعات تک، غزہ، اسرائیل جنگ میں سات دن کا وقفہ کیا گیا وقفہ کے دوران دونوں طرف سے ایک معاہدہ کے مطابق قیدی رہا کیے گئے اور جنگ بندی کی مدت ختم ہوتے ہی۔اسرائیل نے غزہ پر پوری شدت سے بم باری کا آغاز کر دیا ہے ایک دن میں دوسو کے قریب فلسطینی جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔عمارتوں کی تباہی اور زخمیوں کا ابھی اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔

اللہ خیر کرے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

خطاب مفتوح ـ إلى فضيلة الضيف المبجل العالم النبيل

الإمام و الخطيب بالحرم المكى الشريف

وعضو مجلس الشورى الملكية سابقا بالمملكة العربية السعودية

سماحة الشيخ صالح بن حميد الموقر حفظه الله و رعاه!

السلام عليكم و رحمة الله و بر كاته!

نرحب بكم ترحيبا حارا، أهلا وسهلا و مرحبا بكم فى بلد كم الثانى دولة جمهورية باكستان الشقيقة الإسلامية ـ

أقدم اليكم هذا الخطاب متمنيا منكم الإجابة لصالح الأمة المسلمة ـ

فماهى النصرة العملية للمجاهدين من قبل المملكة العربية السعودية بلاد الحرمين الشريفين ـ لأنها رايدة وقايدة للأمة الإ سلامية ـ وهل الدولة السعودية مع الفلسطين أم مع الأمريكان و بريطانية ـ

علما بأن "سونک رشی" رئيس الوزراء البريطانى، زار إسرائيل فى الأسبوع الماضى بطايرة مقلة بالأسلحة الفتاكه، و ملية بالصواريخ المدمرة و المدرعات ـ

فماهى الخطوات التى إتخذت المملكة لمناصرة المجاهدين الفلسطينين المسلمين ـ

و السلام عليكم و رحمة الله بر كاته!

أخوكم و تلميذكم صديقكم بجامعة أم القرى مكة المكرمة

و رئيس مجلس الشريعة الإسلاميه باكستان

المفتى محمد رويس خان الأيوبى

مير فور كشمير الحرة

وعضو مجلس التقنين بمحكمة التميز بكشمير الحرة سابقا

فى ٢٣ نومبر ٢٠٢٣م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قابل صد احترام!

عالم جلیل **الشیخ صالح بن عبد اللہ بن حمید**

امام حرم مکی شریف وسابق ممبر شاہی مجلس شوری (سعودی عرب)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم آپ کو آپ کے دوسرے وطن برادر شفیق پاکستان آمد پر پرتپاک خوش آمدید کہتے ہیں۔

مگر چند سوالات کے جواب اگر جناب عنایت فرمادیں تو امت اسلامیہ پر احسان ہوگا۔

(۱) کیا حماس کی مسلح جدو جہد جہاد مقدس ہے؟ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے اور یقیناہاں میں ہی ہوگا۔

(۲) تو کیا مملکت سعودیہ عربیہ اسوقت امریکہ کے ساتھ ہے یا فلسطین کے ساتھ؟

نیز مملکت نے کیا اقدامات کیے ہیں فلسطین کی مدد کے لیے شاید جناب کو علم ہوگا کہ برطانوی وزیر اعظم مزائلوں، بموں اور مہلک ہتھیاروں سے بھرا ہوا فوجی ٹرانسپورٹ طیارہ لیکر بنفس نفیس یہود کی مدد کے لیے تل ابیب پہنچا ہے ہم نے کیا کیا؟

والسلام!

مفتی محمد رویس خان ایوبی

امیر پاکستان شریعت کونسل پاکستان

سابق ممبر سپریم کورٹ لاکمیشن آزاد کشمیر

ایل ایل ایم ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ سال ۱۹۸۸

مرکزی رابطہ آفس: جامع مسجد ابوبکر لین نمبر 8 پارک روڈ اسلام آباد فون:0334-9173562

مطالعہ مذاہب

ماہِ دسمبر کا خصوصی مضمون مدیر مکالمہ کے قلم سے

ابن مریم۔ کی پیدائش
قرآن ......اور انجیلوں کا بیان

نام۔ یسوع۔ عمانوئیل۔ مسیح۔ عیسیٰ۔ اسلام میں ''ابن مریم''۔ مسیحیوں کے ہاں ''ابن اللہ''

پیدائش۔ بیت اللحم۔ بیت المقدس سے چند میل کے فاصلے پر۔ یا سفر کے دوران۔ سرائے میں جانور باندھنے کی جگہ (اصطبل) میں۔

حتمی طور پر تاریخ پیدائش کیا تھی۔ سن کیا تھا، مہینہ کیا تھا اور مہینے کی تاریخ کیا تھی۔ اور دن کیا تھا؟۔

کسی کو معلوم نہیں۔

لیکن پیدائش۔ اور آسمانوں پر اُٹھائے جانے کے طویل عرصہ بعد شدید سردی کے موسم میں یعنی 25 دسمبر کو مسیح علیہ السلام کے وارث ہونے کے دعویداروں نے آنجناب کی تاریخ پیدائش قرار دے دی۔ اور اب اس تاریخ کو پوری دنیا میں مسیحیت آپ کا جشن ولادت مناتی ہے۔ ابن مریم تھے۔ لیکن ابن اللہ کہہ کر......

حقیقت

مسیح کی عظمت اور بلند رتبہ فضیلت پر ایمان و یقین رکھنے والے دو مذاہب ہیں۔ مسیحیت اور اسلام۔

یہودی مذہب تو مسیح بن مریم کی عظمت و فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ ان کی توہین کرنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے۔ اور اب تک ایک ایسے مسیح کا منتظر ہے جو آ کر یہودیوں کی عظمت رفتہ کو بحال کرے

گا۔ داؤد بادشاہ کا تخت انہیں واپس دلائے گا اور پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب کی تعبیر بن کر آئے گا۔

تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اسلام اور مسیحیت۔ ابن مریم کی پیدائش سے متعلق کیا معلومات فراہم کرتے ہیں اور کس انداز میں اس واقع کا ذکر کرتے ہیں۔

تو جاننا چاہیے کہ اس سلسلہ میں مصادر وم اُخذ دو ہیں قرآن مجید واحادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ مسلمانوں کے نزدیک۔ جب کہ بائیبل کا عہد جدید۔ مسیحیوں کے نزدیک۔

سب سے پہلے قرآن واحادیث پیغمبر اسلام...... اسلامی مصادر میں سے ابن مریم، مسیح اور عیسیٰ سے متعلق پیدائش کا واقعہ سورہ آل عمران کی آیات ۴۴ سے ۵۱ تک میں بیان ہوا جہاں اس بشارت کا ذکر ہے جس میں سیدہ مریم کو ایک بیٹے کی بشارت دی گئی اور اس کی صفات کا ذکر ہوا کہ وہ بیٹا کیسا ہوگا۔

جب کہ سیدہ مریم کے مسیح سے حاملہ ہونے، پیدائش کے ماحول اور پیدائش کے بعد سے متعلق بیان ہوا۔ سورۂ مریم کی آیات ۱۶ سے ۳۸ تک میں تاریخ۔ سن، دن، وقت، موسم، کا کوئی تذکرہ نہیں۔

سورۂ آل عمران

جب کہا فرشتوں نے...... اے۔ مریم اللہ تجھے بشارت (خوشخبری) دیتا ہے اپنی طرف سے ایک کلمہ کی۔ کہ جس کا نام ہوگا ''المسیح عیسیٰ ابن مریم''۔ جو دنیا میں اور آخرت میں وجیہہ (خوبصورت بارعب) ہوگا اور اُس کے مقرب لوگوں میں......

وہ لوگوں سے کلام کرے گا (ماں کی) گود میں بھی اور بڑھاپے میں بھی اور صالح لوگوں میں سے ہو گا۔

کہنے لگی۔ کیسے اور کہاں سے ہوگا میرے لیے بیٹا جب کہ کسی مرد نے ازدواجی اور جنسی اعتبار سے مجھے ہاتھ نہی لگایا، اور میں بدکار بھی نہیں ہوں...... کہا (جواب دیا) اللہ تعالیٰ ایسے ہی پیدا کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ یعنی اس کی قدرت کاملہ ہے۔

(وہ کسی عورت سے اُس کے ازدواجی اور توالد وتناسل کے معروف طریقہ کے بغیر بھی اولاد

پیدا کرنے پر قادر ہے۔) کہ وہ جب کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو فرماتا ہے۔ ہو جا۔ تو وہ کام ہو جاتا ہے۔

اور اللہ (تیرے اس بیٹے کو) تعلیم دے گا کتاب کی، حکمت کی، اور تورات کی اور انجیل کی۔

اور وہ رسول ہو گا بنی اسرائیل کی طرف۔ (اور بنی اسرائیل کے لیے بحیثیت رسول۔ رسالت کرے گا) کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں ایک نشان کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے۔

میں بناؤں گا تمہارے (سمجھنے کے لیے) پرندے کی شکل۔ مٹی سے...... پھر اُس میں پھونک لگاؤں گا...... تو وہ اللہ کے حکم سے اُڑتا پرندہ بن جائے گا...... اور اللہ کے ہی حکم سے۔ مادرزاد اندھے اور کوڑھی (برص کی بیماری میں مبتلا) کو چنگا اور میں مردوں کو زندہ کروں گا...... اور میں تمہیں بتا دیا کروں گا جو کچھ تم نے کھایا ہو گا اور جو تم نے اپنے گھروں میں ذخیرہ کیا ہو گا۔ بے شک میرے کاموں میں تمہارے لیے (قدرتِ خداوندی) کا نشان ہے اور میں تصدیق کروں گا۔ اُس کی جو میرے سامنے ہے تورات...... اور حلال ہونا بیان کروں گا اُن بعض چیزوں کا جو حرام کی گئی تھیں تم پر...... اور میں آیا ہوں تمہاری طرف۔ تمہارے رب کی طرف سے نشان کے ساتھ۔

لہٰذا...... اللہ کا تقویٰ اختیار کرو (اللہ سے ڈرو) اور میری اطاعت (پیروی) کرو۔

بلاشبہ۔ اللہ (ہی) میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے عبادت اُسی کی کرو...... یہ ہے صراط مستقیم۔

یہ تو تھا سیدہ مریم کے لیے بشارت کا بیان۔

اب چلتے ہیں سیدہ کے حاملہ ہونے...... مسیح کی پیدائش کے ماحول اور پیدائش کے بعد کے احوال کی طرف۔

سورۂ مریم آیات ۱۶ سے ۳۸ تک

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ذکر کرو کتاب میں مریم کا...... جب وہ الگ ہوئی گھر والوں سے بیت المقدس سے دور ایک مکان کی طرف۔

پس ان سے پردہ کرلیا تو! ہم نے اُس کی طرف (اپنے فرشتے) روح (القدس) کو بھیجا تو وہ اس کے لیے ایک مکمل انسان کے طور پر ظاہر ہوا دیکھ کر وہ کہنے لگی۔ میں اپنے آپ کو رب رحمن کی پناہ میں دیتی ہوں۔

اگر تو پرہیز گار ہے۔

اُس (فرشتے) نے کہا...... میں تیرے رب کا بھیجا ہوں۔ تاکہ تجھے ھبہ کروں۔ لڑکا پاکیزہ...... وہ کہنے لگی۔ کہاں سے اور کیسے ہوگا میرے لیے لڑکا...... حالانکہ کسی بشر نے مجھے مس نہیں کیا۔ (شرعی طور پر میرے ساتھ کسی انسان کا سلسلہ ازدواج نہیں ہوا) اور نہ ہی میں بدکار ہوں (کہ کسی کے ساتھ میرے ناجائز جنسی تعلقات ہوئے ہوں)

فرشتے نے (جواب میں) کہا...... ایسا ہی ہوگا کہ تیرے رب نے فرمایا ہے۔ یہ مجھ پر آسان ہے...... (اور یہ اس لئے ہے کہ) ہم اُسے لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی (اور دلیل) بنائیں گے اور ہماری طرف سے رحمت...... اور یہ کام طے ہو چکا (چنانچہ ہوکر رہے گا)

پھر وہ اس لڑکے سے حاملہ ہوئی اور اسے لے کر ایک دور کے مقام پر یکسو (تنہاء) ہو گئی............ پھر اُسے دردزہ لے آیا ایک کھجور کے تنے کے پاس...... (تنہائی۔ نہ ماں پاس نہ خالہ نہ کوئی اور عورت جو اس حالت میں ہمنوا اور معاون ہوتی۔ بچہ جننے کے لیے) تو کہنے لگی کہ کاش میں یہ وقت آنے سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی، بسری ہو جاتی...... تو اُسی فرشتے نے نشیب کی طرف سے اُسے آواز دی کہ غمگین نہ ہو۔ تیرے رب نے تیرے پاؤں کی طرف ایک چشمہ جاری کر دیا ہے...... اور اپنی طرف کھجور کے تنے کو حرکت دو اس سے تجھ پر پکی کھجوریں گریں گی۔ تو کھجوریں کھاؤ۔ اور چشمے کا پانی نوش کرو۔ اور (اپنے نومولود کو دیکھ کر) اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

پھر اگر تو دیکھے کوئی آدمی تو کہنا میں نے تو رب رحمن کے لیے روزہ مان رکھا ہے۔ لہٰذا میں کسی انسان سے بات نہ کروں گی...... پھر لائی اس بچے کو اپنے لوگوں کے پاس گود میں اُٹھائے ہوئے...... تو وہ اس سے کہنے لگے۔

اے مریم تو نے اس کام سے ایک طوفان اُٹھایا ہے۔

اے ہارون کی بہن......نہ تیرا باپ بُرا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی (تو۔تو نے ایسا کام کیوں کیا جس کے نتیجہ میں تجھ سے یہ لڑکا پیدا ہوا)

تو مریم نے اشارہ کیا اس لڑکے کی طرف (کہ اس کا جواب یہ دے گا) وہ کہنے لگے کہ ہم کیسے بات کریں اُس سے جو ابھی گود میں بچہ ہے۔

تو وہ (بچہ) بول پڑا......اور کہا...... میں اللہ کا بندہ ہوں (انی عبداللّٰہ)۔مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے ہر جگہ برکت والا (مبارک) بنایا ہے، اور مجھے جب تک میں زندہ رہوں۔نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے۔اور (حکم دیا ہے) اپنی والدہ کے ساتھ اچھے سلوک کا۔اور مجھے سخت دل اور بدبخت نہیں بنایا۔

"ذالک عیسیٰ ابن مریم"

یہ ہے مریم کا بیٹا۔عیسیٰ

"قول الحق الذی فیہ یمترون"

سچی بات یہ ہی ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔

"ما کان للّٰہ ان یّتخذ منْ وّلدٍ. . . سُبحٰنہ"

اللہ کو حاجت نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔وہ تو اس طرح کی حاجات سے پاک ہے۔

"اذا قضٰی امرً افانما یقول لہٗ کن فیکون"

اس کی قدرت ایسی ہے کہ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اتنا کہتا ہے کہ "ہوجا"......تو وہ کام ہوجاتا ہے۔

اور مسیح نے تو یہ کہا کہ

"وان اللّٰہ رَبّی وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدوہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْم"

بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے۔ سو تم اُسی کی عبادت کیا کرو...... یہ ہی سیدھا راستہ ہے۔

مسیحی ماخذ عہد نامہ جدید میں

عہد نامہ جدید میں انجیل نام کی چار کتابیں ہیں۔

۱......انجیل متی...... ۲......انجیل مرقس......

۳......انجیل لوقا...... ۴......انجیل یوحنا......

یوحنا......حواری یعنی مسیح کے براہ راست شاگرد اور آپ کی صحبت میں رہے تھے...... وہ اپنی مرتب کردہ انجیل میں مسیح کی پیدائش کا تذکرہ نہیں کرتے۔ اسی طرح مرقس جو حواری نہ تھے۔ انجیل نام کی کتاب مرتب کرتے ہیں۔ مسیح کی پیدائش کا تذکرہ نہیں کرتے البتہ......متی...... جو حواری تھے اور لوقا...... جو حواری نہ تھے اپنی مرتب کردہ انجیلوں میں مسیح کی ولادت کا ذکر کرتے ہیں۔

انجیل متی...... جو انجیلوں میں ترتیب کے مطابق پہلی انجیل ہے اُس میں اس طرح ہے۔

''یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو وہ شادی سے پہلے ہی پاک روح کی قدرت سے حاملہ ہوگئی۔ اس کا شوہر یوسف ایک راستباز آدمی تھا اس لیے اُس نے چپکے سے منگنی توڑ دینے کا ارادہ کرلیا تا کہ مریم کی بدنامی نہ ہونے پائے۔

ابھی وہ یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے ایک فرشتے نے خواب میں ظاہر ہو کر اس سے کہا......'' اے یوسف بن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنے گھر لے آنے سے مت ڈر کیونکہ جو بچہ اس کے پیٹ میں ہے وہ پاک روح کی قدرت سے ہے۔ مریم کے بیٹا ہو گا اور تو اس کا نام یسوع رکھنا۔(ملخص) متی باب ۱ فقرے ۱۸ تا ۲۵

ولادت

مسیح کی ولادت کا ماحول......''لوقا'' اپنی انجیل میں بیان کرتا ہے۔

ان دنوں قیصر اوگستس کی طرف سے فرمان جاری ہوا کہ رومی حکومت کی ساری رعایا کے نام لکھے

جائیں، اور سب لوگ نام لکھوانے کے لیے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے یہودیہ میں داؤد کے شہر بیت لحم کو روانہ ہوا کیونکہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا تاکہ وہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے...... جب وہ وہاں تھا تو اس کے وضع حمل کا وقت آ پہنچا اور اس کے پہلوٹا بیٹا پیدا ہوا۔ اس نے اُسے کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھ دیا۔ کیونکہ ان کے لیے سرائے میں جگہ نہ تھی۔

اُسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔ اور خداوند کا فرشتہ اُن کے پاس آ کھڑا ہوا اور خداوند کا جلال اُن کے چوگرد چمکا اور وہ نہایت ڈر گئے۔ مگر فرشتہ نے اُن سے کہا ڈرو مت کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری اُمت کے واسطے ہوگی۔ کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لیے ایک مُنجی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند۔ اور اس کا تمہارے لیے یہ نشان ہے کہ تم ایک بچہ کو کپڑے میں لپٹا اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے۔ اور یکا یک اُس فرشتہ کے ساتھ آسمانی لشکر کی ایک گروہ خدا کی حمد کرتی اور یہ کہتی ظاہر ہوئی کہ۔

عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو

اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح۔

جب فرشتے ان کے پاس سے آسمان پر چلے گئے تو ایسا ہوا کہ چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ بیت لحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے اور جس کی خداوند نے ہم کو خبر دی ہے دیکھیں۔ پس اُنہوں نے جلدی سے جا کر مریم اور یوسف کو دیکھا اور اُس بچہ کو چرنی میں پڑا پایا۔ اور انہیں دیکھ کر وہ بات جو اُس لڑکے کے حق میں ان سے کہی گئی تھی مشہور کی۔ اور سب سننے والوں نے ان باتوں پر جو چرواہوں نے اُن سے کہیں تعجب کیا۔ مگر مریم ان سب باتوں کو اپنے دل میں رکھ کر غور کرتی رہی۔ اور چرواہے جیسا اُن سے کہا گیا تھا ویسا ہی سب کچھ سن کر اور دیکھ کر خدا کی تمجید اور حمد کرتے ہوئے لوٹ گئے۔

جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اُس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا جو فرشتے نے اس کے رحم میں پڑنے سے پہلے رکھا تھا۔ (لوقا، باب ۱، فقرے ۱ تا ۲۱)

کرسمس (25۔دسمبر)

قرآن مجید نے بھی مسیح کے یوم، سن، مہینہ ولادت کی نشاندہی نہیں کی اور انجیلیں بھی اس سلسلہ میں خاموش ہیں۔لوقا کی انجیل سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ سردی کا موسم نہیں تھا۔ کہ بچے کو اس کے باپ یوسف نے کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا......اور ''اُسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کے وقت کھلے میدان میں اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔

تو پھر دیکھنا ہے۔جشن ولادت مسیح کے لیے 25 دسمبر کی تاریخ۔کب اور کیسے تجویز کر لی گئی۔

اس عقدہ کو حل کیا ہے

بائیبل کی معتبر ڈکشنری......''قاموس الکتاب'' کے مصنف جناب ایف۔ ایس خیر اللہ نے......کہ انہوں نے صفحہ ۹۱۲ پر......مسیح کی پیدائش کی تاریخ۔ کے عنوان سے لکھا۔

عام خیال یہ ہے کہ خداوند مسیح سن ا۔عیسوی میں پیدا ہوئے۔ انگریزی حروف A-D سے جو (An no Domini) کا مخفف ہیں۔ مراد ہے ''ہمارے خداوند کا سال''

لیکن جب لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ خداوند مسیح اس سے چار یا پانچ سال پہلے پیدا ہوئے تو انہیں تعجب ہوتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ عیسوی کیلنڈر چھٹی صدی میں مرتب کیا گیا۔ راہب ڈایونیسیش اکسی گوس (Monk Diongsius Exiguus) نے ۵۲۶ء میں حساب لگا کر سن عیسوی کا اعلان کیا۔لیکن بدقسمتی سے اُس کے حساب میں چار سال کی غلطی رہ گئی۔ اُس نے مسیح کی پیدائش رومی کیلنڈر کے سال ۷۵۴ میں رکھی۔لیکن ہیرودیس اعظم جس نے بیت لحم کے معصوم بچوں کا قتل عام کیا تھا۔ رومی سال ۷۵۰ میں فوت ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ خداوند مسیح کی پیدائیس ۷۵۰ سے کم از کم چند ماہ پہلے ہوئی تھی۔ غالباً وہ رومی سن ۷۴۹ کے شروع میں پیدا ہوئے۔ یعنی ۵ ق،م کے آخر میں۔ جب اس غلطی کا پتہ چلا تو یہ ناممکن تھا کہ بے شمار چھپی ہوئی کتابوں میں اس کو درست کیا جائے۔سو سن عیسوی کو یوں ہی رہنے دیا گیا۔

پھر صفحہ ۸۔ ۷ ۱۴ پر۔ ’’بڑا دن‘‘ کے عنوان سے تحریر کیا۔

’’بڑا دن۔ کرسمس کا مروجہ نام۔ یہ یوم ولادت مسیح کے سلسلے میں منایا جاتا ہے۔ چونکہ مسیحیوں کے لیے یہ ایک اہم اور مقدس دن ہے اسی لیے اسے بڑا دن کہا جاتا ہے۔

رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیسائیں اسے ۲۵ دسمبر کو۔ مشرقی آرتھوڈکس کلیسا ۶ جنوری کو اور ارمینیہ کی کلیسا ۱۹ جنوری کو مناتی ہے۔

کرسمس کے تہوار کا ۲۵ دسمبر پر ہونے کا ذکر پہلی مرتبہ شاہ قسطنطین کے عہد میں ۳۲۵ عیسوی کو ہوا۔ یہ بات صحیح طور پر معلوم نہیں کہ اولین کلیسائیں بڑا دن مناتی تھیں یا نہیں تاہم جب سے یہ شروع ہوا یہ بڑا مقبول ہوا ہے۔ اگرچہ بعض رسومات جو مسیحی نہیں تھیں۔ کرسمس سے منسوب کی گئیں ہیں۔ تاہم اب انہوں نے بھی مسیحی رنگ اپنا لیا ہے...... مثلاً کرسمس ٹری (کرسمس کا درخت)۔ اب اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ یہ خدا کی طرف اشارہ ہے اور اُس کی نعمتوں کی یاددھانی کراتا ہے۔

یاد رہے کہ خداوند مسیح کی صحیح تاریخ پیدائش کا کسی کو علم نہیں۔ تیسری صدی میں اسکندریہ کے کلیمنٹ نے رائے دی تھی کہ اسے ۲۰ مئی کو منایا جائے۔ لیکن ۲۵ دسمبر کو پہلے پہل رومہ میں اس لیے مقرر کیا گیا تا کہ اس وقت کے ایک غیر مسیحی تہوار، جشن زحل کو Saturnaliu جو راُس الجدی کے موقع پر ہوتا تھا پس پشت ڈال کر اُس کی جگہ خداوند مسیح کی سالگرہ منائی جائے۔

دیکھیے...... ’’قاموس الکتاب‘‘ ص 912 اور ص 147

مصنفہ: فرینک۔ صفی اللہ، خیر اللہ

دعوت غور و فکر و تحقیق

ارباب علم و دانش اور محقق (سکالر) حضرات، تحقیق کریں اور رہنمائی فرمائیں...... سب کی کہ (۱) شاہ قسطنطین۔ مسیحیت قبول کرنے سے پہلے کس مذہب کا پیروکار تھا۔ (۲) جشن زُحل کا پس منظر کیا ہے (۳) ۲۵ دسمبر اور بڑا دن۔ کس تفصیل کا حامل ہے (۴) کرسمس کے مسیحی تہوار کی رسومات میں سے کون کون سی رسم کس مذہب یا تہذیب کا حصہ تھی۔ (۵) اسکندریہ کے کلیمنٹ نے جو ۲۰ مئی کو تاریخ پیدائش قرار دینا کہا تو کس تحقیق کے مطابق...... تا کہ۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔ علم اور تحقیق کا حق تو ادا ہو سکے۔

جامعہ اسلامیہ میں مطالعہ مذاہب کے سلسلہ میں منعقدہ 8 کورس کی تفصیل 2023ء

نمبر شمار	موضوع	تاریخ
پہلا کورس	ہندومت	14 مئی
دوسرا کورس	یہودیت	21 مئی
تیسرا کورس	مسیحیت	28 مئی
چوتھا کورس	نظریہ امامت؟	4 جون
پانچواں کورس	عقیدہ ختم نبوت اور مرزائی مذہب	11 جون
چھٹا کورس	تعارف وخدمات ائمہ مجتہدین اور مسئلہ تقلید	18 جون
ساتواں کورس	تعارف وخدمات علماء دیوبند اور دیوبندی بریلوی اختلاف	25 جون
آٹھواں کورس	یہ برصغیر پاک وہند میں دینی تحریکوں کا تعارف	9 جولائی

آٹھویں کورس میں۔تمام کورسوں میں شریک حضرات میں سرٹیفکیٹ تقسیم کرنے کی تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی نے کی جب کہ جناب ڈاکٹر محمد امین صاحب اور مجاہد اہل سنت مولانا محمد اشرف طاہر مہمان خصوصی تھے۔

نوواں مطالعہ مذاہب کورس

کاموںکے جامعہ اسلامیہ میں مطالعہ مذاہب کے سلسلہ میں اس سے پہلے آٹھ نشستیں منعقد ہوئیں۔ جن میں مدیر مکالمہ نے مختلف موضوعات پر دو دو گھنٹے اپنا حاصل مطالعہ پیش کیا۔ ان نشستوں میں ڈیڑھ سو دو سو کے درمیان علماء، خطباء، اساتذہ، ائمہ مساجد، طلباء اور ارباب ذوق نے استفادہ کیا۔ اسی سلسلہ کی نوویں نشست 8۔ اکتوبر 2023ء کو منعقد ہوئی جس کا عنوان تھا:

صحابہ کرام پر الزامات اور ان کی حقیقت

مدیر مکالمہ نے اللہ کی توفیق سے تین گھنٹے اس عنوان پر گفتگو کی۔ اس نشست میں دو سو کے لگ بھگ علماء و خطباء کے علاوہ تقریباً دو سو خواتین نے بھی شرکت کی اور علمی و فکری استفادہ کیا۔ خواتین میں بنات کے مدارس کی معلمات، طالبات اور اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والی دیگر خواتین بھی شریک تھیں۔

شریک علماء اور مہمان خصوصی کے حکم پر اس خطاب کے اہم پہلوؤں کو قارئین مکالمہ کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ نے توفیق دی تو اسے کتابی صورت میں بھی شائع کیا جائے گا۔ (ادارہ مکالمہ)

مطالعہ مذاہب
پہلی قسط

خطاب وترتیب
مدیر اعلیٰ مکالمہ

صحابہ کرام پر الزامات اور ان کی حقیقت

حمد وصلوٰۃ اور آیت وحدیث کی تلاوت کے بعد

صاحب صدر حضرت مولانا عبدالخالق ہزاروی، مہمان خصوصی حضرت مولانا فہیم الحسن تھانوی، محترم علماء کرام، مشائخ عظام، عزیز طلباء اور قابل صد احترام بہنو اور بیٹیو......

مرکز تحقیق اسلامی جامعہ اسلامیہ کے علمی و تحقیقی ماحول میں خوش آمدید۔ آج مطالعہ مذاہب سلسلے کا نوواں پروگرام ہے۔ جس کا عنوان ہے۔

''صحابہ کرام پر الزامات اور اُن کی حقیقت''

فضائل صحابہ آج کا موضوع نہیں۔ آیت اور حدیث مبارک برکت کے لیے تلاوت کی ہے تاہم موضوع کے ساتھ ان کی مناسبت واضح ہے۔

تمہید کے طور پر سمجھ لیں کہ صحابہ کرام پر طعن اسلام پر طعن ہے۔ قرآن مجید پر طعن ہے اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر طعن ہے۔

☆ صحابہ کرام۔ قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ کی رسالت کے چشم دید گواہ ہیں۔ اگر چشم دید گواہ مجروح اور مطعون قرار دے دیئے جائیں تو قرآن اور رسالت پر سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔

☆ صحابہ کرام پر طعن کا سلسلہ یہود اور منافقین نے شروع کیا۔ جب کہ رسول اللہ کی رسالت اور قرآن مجید کے اللہ کا کلام ہونے پر مشرکین، کفار اور نصاریٰ نے اعتراضات کیے۔ جن کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں اور علماء امت نے ہر دور میں دیا۔ یہ ہمارا اعتقادی اور علمی سرمایہ ہے جو محفوظ ہے۔ یہ مطالعہ مذاہب کے سلسلہ کا مستقل موضوع ہے۔ ان شاء اللہ اس پر الگ سے نشست کا اہتمام کیا جائے گا۔

صحابہ کرام پر الزامات یا مطاعن کی کل تعداد 56 (چھپن) ہے۔

موضوع کی تقسیم

آج کی نشست میں ہم مطاعن اور ان کی حقیقت پر گفتگو کر رہے ہیں۔ ذہن نشین کرلیں کہ یہ الزامات ہیں۔ مطاعن ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ تہمت کا درجہ رکھتے ہیں جو اسلام قرآن اور رسالت پر سے بدگمان کرنے اور اعتماد مجروح کرنے کے لیے گھڑے گئے۔ یہ خانہ ساز ہیں۔ ان کے لیے شیطان ذہنیت افراد نے باقاعدہ کام کیا۔

ہم گفتگو کو تین حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں:

(۱) صحابہ کرام پر مطاعن، حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں۔ جب وحی الٰہی کا سلسلہ جاری تھا۔

(۲) مطاعن، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد کی تاریخ سے متعلق گھڑے گئے۔ ان کا قرن اوّل عہد صحابہ میں نام ونشان بھی نہ تھا یہ کسی بعد کے زمانہ میں۔

(۳) مطاعن۔ جو خلفاء راشدین اور خلفاء صحابہ کے زمانہ خلافت وحکومت سے متعلق گھڑے گئے۔

عقیدہ

پہلے اسلام یعنی اہل سنت کا عقیدہ نوٹ فرمالیں۔ علم کلام، عقائد کی تمام کتابوں میں متفق علیہ عقیدہ صحابہ کرام سے متعلق وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان ہوا۔ جس کا لب لباب ہے وہ مشہور جملہ جو زبان زد علماء وعوام ہے۔

''الصحابۃ کلھم عدول''

بہت سی کتب عقائد سے حوالہ دینے کی بجائے صرف دو عبارتیں۔

پہلی۔ ''العقیدۃ الطحاویۃ'' سے جس کو ''بیان السنۃ والجماعۃ'' کا درجہ حاصل ہے اور اسے ترتیب دیا ہے الامام الجلیل ابوجعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اور عقیدہ طحاویہ کے نام سے معروف ہے۔اس کی عبارت اس طرح ہے۔

''ونُحِبّ اَصحَابَ النَّبِیّ صَلّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلّم۔ وَلا نُفرطُ فی حُبِّ اَحَدھم منھم، ولا نَتَبَرّا من احدمنھم۔ونبغض من یبغضھم وبغیر الحق لانذکرھم ونری حُبّھُم دیناً و ایماناً واحساناً... وبغضھم کفراً وشقاقاًو نفاقاًو طغیاناً

ونثبت الخلافۃ بعدَ النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اولاً لأبی بَکر الصدّیق رضی اللّٰہ عنہ تَفصیلاً وتقدِیماً علی جمیع الأمّۃ۔ ثم لعمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ ثم لعثمانَ بن عفان رضی اللّٰہ عنہ ثم لعلی بن ابی طالب رضوان اللّٰہ علیھم اجمعین۔وھم الخلفاء الراشدون والائمۃ المھدیون الذین قضوا بالحق وکانوا بہ یعدلون۔

دوسری عبارت عقائد کی اُس کتاب کے متن کی عبارت ہے جو ''شرح عقائد'' کے نام سے ہمارے نصاب میں شامل ہے۔متن اس کا الشیخ عمر النسفی رحمہ اللہ کی ترتیب ہے۔اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

''وافضل البشر بعدنبینا ابوبکر الصدیق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذی النورین ثم علی رضی اللہ عنھم وخلافتھم علی ھذا الترتیب ایضاً''

ترجمہ:(ا) ہم اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتے ہیں، ان میں سے کسی کی محبت میں افراط اور تفریط سے کام نہیں لیتے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں۔اور ان کا ذکر سچائی کے بغیر نہیں کرتے۔اور ان کی محبت کو دین، ایمان اور نیکی سمجھتے ہیں اور ان کا بغض کفر،

بدبختی، نفاق اور گناہ جانتے ہیں۔ اور ہم حضرت ابوبکر صدیق کے لیے نبی ﷺ کے بعد خلافت، پوری امت پر افضل اور مقدم سمجھتے ہیں۔ پھر عمر بن الخطاب کے لیے پھر عثمان بن عفان کے لیے پھر علی ابن ابی طالب کے لیے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور یہ خلفاء راشدین اور ائمہ مہدین تھے جنہوں نے حق اور انصاف کے ساتھ حکومت کی۔

(۲) ہمارے نبی ﷺ کے بعد ابوبکر الصدیق۔ افضل البشر ہیں ثم عمر الفاروق۔ثم عثمان ذوالنورین، پھر علی رضی اللہ عنہم اور ان کی خلافت بھی اسی ترتیب کے ساتھ ثابت ہے۔

محترم حضرات!

یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ الشیخ عمر النسفی نے تو حضرت ابوبکر کے لیے "**افضل البشر بعد نبینا**" کے الفاظ لکھے ہیں، ورنہ اہل سنت کا مؤقف ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق "**افضل الخلائق بعد الانبیاء**" ہیں۔ اور صحابہ تمام مخلوق میں افضل ہیں، **کما قال اللہ تعالیٰ، اولئک ھم خیر البریۃ** (سورۃ البینہ آیت نمبر ۷)

اصول تحقیق

☆ صحابہ کرام سے متعلق مضامین جو قرآن مجید میں ہیں ان پر کسی تحقیق، تاویل یا تفسیر بالرائے کی ضرورت نہیں وہ آنکھیں بند کر کے قبول ہیں اور ان پر ایمان ہے۔

☆ ذخیرہ احادیث میں کوئی روایت ہے اور قرآن مجید کے مطابق ہے بلا تردد قابل قبول ہے۔

☆ ذخیرہ احادیث میں ہے۔ قرآن سے مطابقت نہیں رکھتی تو ارباب جرح و تعدیل کی اس روایت کی سند پر رائے دیکھی جائے گی، پوری سند میں کوئی ایک بھی راوی شیعہ ہو یا کسی اور وجہ سے متّہم ہو تو وہ روایت قابل قبول نہ ہوگی۔

☆ تاریخ کی کسی بھی روایت کو آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کیا جائے گا۔

خاص قاعدہ

قرآن وحدیث کے بعد کسی تاریخی روایت کو پرکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ:

اس روایت کے پہلے راوی کا پتہ لگایا جائے گا اور اس کی عدالت روایت کا جائزہ لیا جائے گا۔

مؤرخین نے روایت نقل کرتے ہوئے اس روایت کے پہلے راوی کا نام لیا ہے اور پھر مؤرخین اپنی کتب تاریخ میں اُسی کے حوالے سے روایت نقل کرتے چلے گئے ہیں۔تو علم ہو جائے گا کہ اسی روایت کے راوی کی حیثیت کیا ہے اور اس روایت کا مقام کیا ہے۔

جہاں مؤرخین نے کوئی روایت نقل کی پہلے راوی کا نام نہیں لیا۔ بلکہ ''قیل'' سے کوئی روایت بیان کی تو مؤرخ کتنا بھی معتبر ہو اور اس کا نام کتنا بھی وزنی ہو۔اس روایت کو بے سروپا سمجھا جائے گا کہ جب راوی کا نام ہی بیان نہیں ہوا اور روایت مجہول کے صیغہ سے بیان ہو رہی ہے اس کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔

تعداد مطاعن (الزامات)

بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ

الزامات جو صحابہ کرام پر لگائے گے اور ہمیشہ دھرائے جاتے رہے انہیں کتابوں میں لکھا گیا اور صحابہ پر طعن و تشنیع کرنے کے خوگر واعظوں، خطیبوں اور ذاکروں نے اپنی مجالس میں بیان کیا اور اس طرح سامعین کو صحابہ کرام سے بدظن کرنے کی کوشش کی......ان کی تعداد چھپن ((56 ہے۔

محسن اہل سنت شاہ عبدالعزیز محدث دھلویؒ نے اپنی معرکۃ ال آراء کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں ان کی تقسیم اس طرح بیان کی ہے۔

نام صحابی	تعداد الزامات
☆ امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	15
☆ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	11
☆ امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	10
☆ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	10
☆ دیگر صحابہ بلا تخصیص	10
میزان	56

کتب برائے مطالعہ

اس سلسلہ میں مطالعہ کے لیے چند کتب کے نام لکھ لیجئے۔

اہل سنت

قرآن مجید اور اس کی تفاسیر ماثور......مثلاً صحابہ کرام کی تفاسیر......تفسیر ابن کثیر (شیخ عماد الدین ابن کثیرؒ)

صحاح ستہ (احادیث رسول ﷺ کی معتبر کتب جن میں محدث نے صحیح احادیث جمع کرنے کا اہتمام کیا۔)

اہل تشیع

اصول اربعہ (۱۔کافی کلینی ۔ ۲۔من لایحضرہ الفقیہ۔ ۳۔ تہذیب التہذیب ۔۴۔استبصار) شیعہ کی عقائد اور احکام پر بنیادی اور اصل کتابیں یہ چار ہیں، انہیں وہ اصول اربعہ کہتے ہیں۔

☆ کتاب الشافی در اصول کافی ☆ حق الیقین

☆ حیات القلوب ☆ بحار الانوار

☆ مجالس المؤمنین ☆ نہج البلاغۃ

ابھی یہ نوٹ فرمالیں۔ پھر کسی نشست میں ان کتابوں کے مصنفین کا تعارف، کتابوں کی استنادی حیثیت اور تصنیف کے پس منظر داستان پر روشنی ڈالی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

کتب برائے مطالعہ

صحابہ کرام کے مناقب اور ان پر الزامات کے جواب میں لکھی گئی ان گنت کتابوں میں سے آپ کے اور عام مسلمان کے مطالعہ کے لیے چند کتابوں کے نام اور ان کے قابل قدر مصنفین کے اسماء گرامی بیان کیئے جا رہے ہیں انہیں نوٹ کر لیں۔

- ☆ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء...... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی۔
- ☆ تحفہ اثنا عشریہ۔ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دھلوی۔
- ☆ تحفۃ الشیعہ و
- ☆ اجوبہء اربعین و حجۃ الاسلام۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی
- ☆ ارشاد الشیعہ۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
- ☆ کتب و رسائل۔ حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی

الزامات

اب ہم متوجہ ہوتے ہیں۔ الزامات اور ان کی حقیقت کی طرف کہ آج کا اصل موضوع ہے...... ان الزامات کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

اول:۔ عہد رسالت...... کہ جب سید الکونین بقید حیات تھے اور وحی الٰہی کا نزول ہو رہا تھا۔

دوم:۔ عہد خلافت راشدہ...... کہ جب رسول اللہ کی فات ہوگئی اور وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو سمجھ لیجیے کہ

وہ الزامات جن کا تعلق حضور ﷺ کی وفات سے پہلے کے زمانہ سے ہے۔ اُس وقت کے منافقین نے (جو زیادہ تر یہود میں سے تھے) صحابہ کرام پر لگائے اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ان کا جواب، ساتھ ہی ساتھ خود وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دیتے رہے یا پھر حضورؐ نے الزامات کی حقیقت بھی بیان کر دی۔ غلط فہمی بھی دور کر دی اور صحابہ کرام پر شخصی طور پر بدگمانیوں کے سلسلہ پر وضاحت فرما دی۔ موضوع کے اس حصہ کی طرف اجمالاً اشارات کیے جائیں گے۔ آپ حضرات قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے خود ان کی تفصیلات کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

مثلاً

☆ واقعہ افک......ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۂ نور میں 18 آیات میں اس الزام کی حقیقت بیان فرمائی اور سیدہ کی وکالت کی۔ آپ کی عفت و پاکدامنی پر خبیث افراد کی طرف سے اُڑائے گئے چھینٹے خود دور فرمائے۔

☆ غزوہ اُحد میں درہ سے ہٹ جانے (مال غنیمت کا لالچ) اور میدان سے فرار ہونے کا الزام۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں اس کی صفائی پیش کی۔ صحابہ کی وکالت کی اور پھر "ولقد عفا اللہ عنهم" (آل عمران:۱۵۵) اور وفاء فعنهم واستغفر لهم وشاورهم فی الامر (آل عمران ۱۵۸)

جیسی آیات کے ذریعہ صحابہ کی قربانی، وفاعت، ایمان تقویٰ ثابت قدمی پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

☆ حضرت عمر فاروق سے متعلق: صلح حدیبیہ اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ربیع کے جنازہ پر طرز عمل اور رسول اللہ ﷺ سے پورا زور دے کر ایک درخواست کے سلسلہ میں سورۂ الفتح اور سورۂ توبہ کی آیات بالخصوص لا اتصل علی احدٍ منهم مات ابدا و لا تقم علی قبرہ (التوبہ) کی تفسیر ماثور کی طرف رجوع کر لیں۔ حقیقت واضح ہو جائے گی اور حضرت عمر فاروق سے متعلق اس سلسلہ میں کوئی

بدگمانی باقی نہ رہے گی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یمن والوں کی بدگمانی اور شکایات کو دور کرنے کے لیے خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خُم پر جو جملے ارشاد فرمائے۔ وہ اسی سلسلہ کا حصہ ہیں۔

یاد رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کا گورنر اور قاضی بنایا تھا۔ حال غنیمت کی تقسیم اور ایک باندی کو اپنے حصہ میں شامل کرنے پر اور مزید کئی معاملات میں یمن والوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضور سے شکایات کی تھیں۔ حج سے واپسی پر جہاں سے یمن اور مدینہ منورہ کے راستے جدا ہوتے ہیں...... یہ مقام ہے جو ''غدیر خم'' کہلاتا ہے۔ یہاں یمن والوں کے دلوں کو حضرت علی سے متعلق صاف کرنے اور بدگمانی کو دور کرنے کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔ 18 ذوالحجہ 10ھ کو۔

''من کنت مولاہ فعلی مولاہ''

یاد رکھیں بغض صحابہ کے مارئے لوگوں نے اس جملہ سے نہ جانے خلافت بلافصل کا مفہوم کہاں سے نکال لیا۔ نہ یہ مفہوم سیدنا علی المرتضیٰ نے سمجھا نہ حسنین کریمین نے کبھی یہ دعویٰ کیا کہ غدیر خم میں تو یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب اس کی خلاف ورزی کیسے ہوسکتی ہے۔ بلکہ لطیفہ یہ ہے کہ وہ طبقہ جو خلافت کا قائل ہی نہیں۔ امامت کا قائل ہے۔ وہ اس جملہ کی وجہ سے دعویٰ کر رہا ہے۔ علم، عقل، دیانت اور تاریخی حقائق کا منہ چڑاتے ہوئے ببانگ دھل کہہ رہا ہے کہ غدیر خم میں حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والسلام نے ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' کے الفاظ سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل کا اعلان فرمایا تھا۔

بہرحال نوٹ فرمائیں......غدیر خم میں یمن کے لوگ، جو یہاں سے اپنے علاقوں کی طرف اس قافلہ سے جدا ہونے والے تھے حضور نے چاہا کہ وہ ایک عظیم صحابی رسول سے متعلق بدگمان نہ رہیں۔ اُن کے دل صاف ہو جائیں۔ اس لیے فرمایا کہ جتنا کچھ تم سمجھتے ہو کہ ''علی'' نے قاعدہ کے خلاف لیا ہے۔ اس

سے زیادہ بھی لیتے تو اُن کا حق مانو کہ جس طرح مجھے تمام ایمان والوں پر حق حاصل ہے اور یہ تم سب مان رہے ہو اس کا اقرار کر رہے ہو، اسی طرح ''علی'' نے جو کچھ لیا ہے ان کو اس کا حق تھا۔

اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کے درمیان بدگمانیوں کے سلسلے کو دور فرماتے رہے۔ یہ صحابہ کی عظمت ہے اور صحابہ پر حضور کی شفقت کی بلند ترین مثال ہے۔

طلقاء کا طعن

اسی طرح۔ وحی الٰہی نے صحابہ پر آئندہ کبھی بھی کیئے جانے والے طعن کا جواب دیا۔

فتح مکہ کے موقع پر جب قریش مکہ کے سردار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک فاتح کی طرح ان کے ساتھ سلوک کریں، اور صحابہ کرام پر ان کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کا انتقام لینا چاہئیں تو کون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روک سکتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''اذهبوا انتم الطلقاء''

جاؤ، تم سب آزاد ہو۔ (نہ تمھیں غلام) بنایا جارہا ہے نہ کہ کوئی بدلہ لیا جارہا ہے اور نہ کوئی سزا دی جارہی ہے۔

اور فرمایا میں آج تم سے وہی سلوک کرتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا کہ فرمایا تھا ''لاتثریب علیکم الیوم'' (القرآن یوسف: ۹۲)

آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جارہا۔

اللہ جانتے تھے کہ بعد میں آنے والے ذہنی اور اعتقادی مریض آپ کے اس لفظ ''طلقاء'' کا جھوٹا سہارا لے کر فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنے والے صحابہ کو ''طلقاء'' ہونے کا طعن کرتے ہوئے۔ یہ کہنا چاہیں گے کہ یہ تو گویا صحابی کے اُس درجہ پر نہیں جو ان کے علاوہ صحابہ کو حاصل ہے۔ اور اُن کے ایمان تقویٰ پر حرف گری کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیں گے کہ یہ تو مجبوراً مسلمان ہوئے، اس طرح یہ دو نمبر صحابہ ہیں...... اللہ نے وضاحت فرمائی۔

لیکن اس سے پہلے سمجھ لیجئے کے اس فہرست ہیں حضرت ابوسفیان یا اُن خاندان تو بالکل نہیں آنا۔

آپ کی صاحبزادی سیدہ رملہ ام حبیبہ قدیم الاسلام ہیں السابقون الاوکون میں شامل ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں وہیں سے حضور کی زوجہ محترمہ بن کر مدینہ طیبہ میں سیدھی۔ حضور کے گھر تشریف لائیں۔ حضرت یزید بن ابی سفیان بھی بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیان۔ صلح حدیبیہ (بیعت رضوان) کے وقت یا عمرۃ القضاء کے موقع پر اسلام قبول کر کے صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے، اور خود حضرت ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر حضور اور لشکر اسلام کے فاتحانہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ

"من دخل دار ابی سفیان فھو آمن"

جو ابوسفیان کی حویلی میں داخل ہو جائے اُسے امن حاصل ہو گا۔ لیکن حیف اور افسوس ہے اور بددیانتی کی انتہاء ہے کہ اس خاندان پر "طلقاء" کی پھبتی کس کر بغض صحابہ کے مرض میں مبتلا لوگوں نے اس خاندان پر لفنگوں اور آوارہ لوگوں کی طرح آوازے کسے۔

"**عالم الغیب والشھادہ**" اللہ نے سورۂ حدید میں پہلے ہی اس کا جواب ارشاد فرمایا کر زور دار طمانچہ رسید کیا اس طرح کے لوگوں کے چہرے پر......فرمایا

بالکل ٹھیک ہے:

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولیک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا۔ لیکن...... "**و کلاً وعد اللہ الحسنی**" (سورہ الحدید آیت ۱۰)

تمام تراجم اور تمام تفاسیر پڑھ لیں ان آیات کی۔ اتفاق ہے اس بات پر کہ یہاں "الحسنیٰ" سے مراد جنت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے اور پھر اللہ کی راہ مال و جان سے قتال کرنے والے سب سے جنت کا وعدہ کر دیا ہے۔

اس کے باوجود اگر شرم نہ آئے۔ فطرت مسخ ہو چکی ہو اور جہنم کا راستہ اختیار کرنا ہو کسی نے تو

ہم وضاحت کر سکتے ......اس طعن کا جواب بیان کرتے ہوئے حقیقت سے روشناس کرانے کی کوشش کر سکتے ہیں لیکن کس کا مقدر تبدیل نہیں کر سکتے۔ اُس مؤرخ کا اور اُس مذہبی ہنما کا جس کے حق میں گمراہی کا فیصلہ ہو چکا ہو۔

الحاصل حضور کی حیات طیبہ میں جب وحی الٰہی کا نزول ہو رہا تھا۔منافقین نے صحابہ پر کسی الزام یا تہمت کا ارتکاب کیا تو اس کا جواب خود حضور نے دیا یا پھر باری تعالیٰ نے دیا......اور اگر آئندہ کے لیے مریض اذہان کی طرف سے اس کا امکان تھا تو اس کی پیش بندی فرمادی۔

اس کو خوب سمجھ لیں۔

قلم وقرطاس کا واقعہ

ایک طعن جو پورے شدومد اور پوری ڈھٹائی کے ساتھ صحابہ کرام پر بالعموم اور حضرت عمر فاروق پر بالخصوص لگایا جاتا ہے اور مجلس آرائی کے لیے واقعہ کو مرچ، مصالحہ لگا کر بیان کیا جاتا ہے......اس کا عنوان ہے......قلم وقرطاس......اور یہ سرور کائنات کی حیات طیبہ میں ہی آخری اور آنحضرت کی بیماری کے ایام میں سے ایک دن کا واقعہ ہے۔

ایک تعداد میں صحابہ کرام۔حضور کے گرد حاضر تھے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔میرے پاس قلم وقرطاس (قلم، کاغذ) لاؤ میں ایک تحریر لکھ دوں کہ تم میرے بعد گمراہی سے بچے رہو۔

اس پر حضرت عمر نے فرمایا۔حضور اس وقت بیماری کی شدت اور تکلیف میں ہیں۔آپ ﷺ کو کچھ لکھنے یا کھوانے کی تکلیف نہ دی جائے۔

"حسبنا کتاب اللّٰہ"

ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے اور وہ کافی ہے

اس پر صحابہ میں تکرار ہوئی کہ قلم وقرطاس لانا چاہیے جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے۔ یا آپ کو اس حالت میں تکلیف دینے سے گریز کرنا چاہیے کہ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کہا ہے۔

اور آپس کی تکرار میں کچھ آوازیں بلند ہوئیں، جو آپ ﷺ کی طبیعت پر ناگوار گزریں۔ فرمایا

''ذرونی فالذی انا فیہ خیرٌ مماتدونی''

مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں جس کیفیت میں ہوں وہ اُس سے بہتر ہے جس کی طرف مجھے دعوت دے رہے ہو۔

سمجھ لیں کہ

یہ تو معلوم ہے کہ ''حسبنا کتاب اللہ'' کے الفاظ۔ حضرت عمر نے کہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا منشاء یہ تھا کہ حضور کو بیماری کی اس حالت میں تکلیف نہیں دینی چاہیے۔ لیکن آپس میں تکرار کے دوران کس صحابی نے کیا کہا۔ کچھ وضاحت نہیں۔

اس پورے قصہ پر حقیقت سے متعلق چند نکتے نوٹ فرمالیں۔

☆ کس نے کیا کہا...... کچھ پتہ نہیں۔

☆ اس پورے واقعہ میں اتنے صحابہ موجود تھے کسی نے کچھ بیان نہیں کیا اس واقعہ کی تفصیل صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہوئی ہے اور وہ کمسن تھے۔ ان کی عمر تیرہ چودہ سال سے زیادہ نہ تھی۔

☆ اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ چار دن بقید حیات رہے۔ اگر کوئی ضروری بات تھی تو ضرور لکھواتے...... نہیں لکھوائی۔

اب اگر اس کو طعن بنایا جائے تو یہ حضرت عمر یا دیگر صحابہ پر نہیں، خود حضور کی ذات پر ہے کہ بلّغ ما اُنزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (المائدہ) کے خلاف ہے۔

اور الزام ''اللہ تعالیٰ'' پر آئے گا۔ العیاذ باللہ کہ نبوت کے انتخاب میں معیار نبوت کو ملحوظ نہیں رکھا۔

☆ اسی مجلس کی تفصیل میں جو جمعرات کو تھی حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ذرونی فالذی انا فیہ خیر ممائدعونی فامرھم بثلاث فقال اخر جوا الیھود بجزیرۃ العرب واجھزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزھم وسکت عن

الثالثہ او قالھا انشیتھا۔ (منفق علیہ مشکوۃ حدیث ۵۷۱۳)

ترجمہ: مجھے میری حالت پر چھوڑ دو، میں جس کیفیت میں ہوں وہ اُس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو تین باتوں کا حکم دیا۔

(۱) یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔

(۲) آنے والے وفد کی اُسی طرح مہمان نوازی کیا کرنا جس طرح آنے والے وفود کی میں خود تکریم کرتا ہوں۔

(۳) اور تیسری بات سے متعلق ابن عباس نے سکوت اختیار کیا۔ یا فرمایا کہ میں اُسے بھول گیا ہوں۔

اندازہ کرلیں۔ جو ضروری باتیں تھیں حضور نے جمعرات کی اس مجلس کے بعد ارشاد فرمائیں۔ اور جو ابن عباس تیسری اہم بات کو بھول گئے ہوں۔ اُن کی بیان کی ہوئی تفصیل بھی وہ ہی معتبر۔ مستند اور قابل قبول ہوگی۔

جو حضور کی شان نبوت اور صحابہ کرام کی صفت، عقیدت و محبت اور احترام و تعظیم کے مطابق ہوگی۔

اس حقیقت کے بیان کے ساتھ مزید یہ بھی نوٹ فرمالیں کہ اس واقعہ قلم و قرطاس کے ساتھ ساتھ یہ روایت بھی مستند اور صحیح ذخیرہ احادیث میں موجود ہے۔

عن عائشہ قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُدعی لی ابابکر اباک و اخاک حتی اکتب کتاباً فأنی اخاف ان یتمنی متمن اویقول قائل انا و لا۔ یأبی اللہ والمومنیون الا ابابکر (مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر ۵۷۶۵)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اپنے والد ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلا کر لاؤ کہ میں ایک دستاویز لکھ دوں۔ اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی خواہش کرنے والا خواہش کرے یا کوئی کہنے والا دعویٰ کرے کہ

میں (جانشینی کا) حق دار ہوں۔لیکن چھوڑو (اس کی ضرورت نہیں) اللہ تعالیٰ بھی اور تمام اہل ایمان بھی۔ابوبکر کے علاوہ کسی کے بھی (خلیفہ ہونے کا) انکار کریں گے۔

تفصیل آپ خود ذہن میں لاسکتے ہیں اور صحابہ کرام کی وکالت کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں۔

اگلا مرحلہ

اب چلتے ہیں ہم اُن الزامات اور ان کی حقیقت کی طرف جو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد پیش آنے والے واقعات سے۔کشید کیے گئے اور خاص ذہن انہیں کشید کرنے میں کارفرما رہا۔

جو ان میں سب سے بڑا طعن ہے اس کا عنوان ہے۔

غصب خلافت

طعن

حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی صحابہ کرام۔غسل، کفن، نماز جنازہ چھوڑ کر خلافت پر ریاست پر، حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے ''سقیفہ بنی ساعدہ'' کی طرف دوڑے اور وہاں جمع انصار کے ساتھ بحث وتمحیص کے بعد ''ابوبکر'' کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی۔اس طرح۔

(۱) حضرت علیؓ جن کو حضور نے اپنا وصی اور خلیفہ بلافصل نامزد کر دیا تھا۔غدیرخم میں اعلان فرما دیا تھا۔اُن کو اُن کے حق سے محروم کر کے اور اُن کے حق کو غصب کر کے۔اسلامی ریاست پر قبضہ کر لیا۔

(۲) حضرت علی اور بنی ہاشم تو حضور کے غسل تکفین تدفین، اور نماز جنازہ کی طرف مصروف تھے۔صحابہ نے ان میں سے کسی کام میں شریک ہونے کو اہمیت نہیں دی۔

حقیقت

اگر کوئی شخص دیانتداری سے سیرت طیبہ کا مطالعہ کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے تدفین تک کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے تو حقیقت خود بخود اس پر واضح ہو جائے گی اور اس طعن کی قلعی کھل جائے گی۔

بلاشبہ حضور کی وفات کا واقعہ فاجعہ اتنا نازک تھا کہ سب کے ہوش وحواس اُڑ گئے۔

بنو ہاشم تو سیدہ فاطمہ الزاھراء کے گھر میں جمع ہونے لگ گئے کہ خلافت پر کس طرح اپنا حق جتلا کر اُسے حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن سب سے پہلے حجرۂ عائشہ میں حضرت ابوبکر داخل ہوئے۔غمزدہ تھے۔رقت طاری تھی۔حضور کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹا کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور پھر مسجد نبوی میں تشریف لائے، صحابہ جو رنج وغم میں ڈوبے ہوئے تھے سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ کیا ہوا اور اب کیا ہوگا۔حضرت عمرؓ تلوار لیے کھڑے تھے۔کوئی کسی کی بات سُن نہیں پا رہا تھا۔کہ ابوبکر آئے منبر کی طرف تشریف لے گئے۔اور ایک خطبہ دیا۔اس میں امت کے لیے دلاسہ بھی تھا۔پُرسہ بھی تھا عقیدہ بھی تھا اور امت کے لیے ڈھارس کا سامان بھی......اور پھر سید الکونین کی طرف متوجہ ہوئے۔دیوار کے باہر سے کسی نے آواز دی۔کچھ خبر لو۔اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے انصار صحابہ۔سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور اسلامی ریاست کے لیے خلیفہ اور سرور کونین کے جانشین کا معاملہ زیر بحث ہے۔حضرت ابوبکر، عمر، عبدالرحمن بن عوف اور چند دیگر صحابہ۔سقیفہ کی طرف چل دیئے اور وہاں پہنچے تو وہاں کا منظر دیکھا۔

☆ انصار۔اپنے میں سے کسی کو امیر المؤمنین کے طور پر منتخب کرنے پر بضد تھے۔

☆ مہاجر صحابہ کی رائے تھی کہ امت۔قریش کے علاوہ کسی پر رضامند نہ ہوگی کہ اس کی طرف نبوی اشارے موجود تھے۔

☆ ایک رائے آئی کہ پھر دو امیر چن لیے جائیں۔ایک مہاجرین میں سے اور دوسرا انصار میں سے۔ یہ برائے مزید خطرناک تھی۔

حضرت ابوبکر نے سیدنا عمر اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف کا نام تجویز فرمایا اور اس ساری صورتحال کو سمیٹتے ہوئے۔حضرت عمر نے سیدنا ابوبکر کا ہاتھ تھام لیا اور کہا کہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ تمام صحابہ میں افضل ہیں۔اور پھر وہاں موجود تمام صحابہ اُمڈ پڑے اور حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حالانکہ ابوبکر اس کو ٹالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

یہ ضروری تھا

یہ وقت کی ضرورت تھی، امت کی ضرورت تھی۔اور اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے۔دوررس۔

بصیرت پر مبنی۔ فیصلہ تھا۔ کیوں۔ وحی الہٰی سے رہنمائی ملنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا، رسالتماب۔ رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہو گے۔

دانش کا تقاضہ، حکمت و تدبر کا مطالبہ اور اسلامی ریاست کو سنبھالنے کے لیے ضروری تھا کہ اس سے پہلے کہ اہم امور کا فیصلہ کیا جائے۔ اہم ترین امر کا فیصلہ ہونا ضروری تھا اور یہ اہم ترین معاملہ تھا۔ امیر المومنین کا انتخاب تا کہ اُن کے فیصلے قبول کیے جائیں۔ چنانچہ۔ غسل، تکفین، تجہیز اور تدفین کے فیصلے امیر المومنین نے کیے اور کسی نے ان سے اختلاف نہیں کیا۔ سب معاملات خوش اسلوبی سے سرانجام پائے۔

الزامی جواب

ریاست کے امور کے لیے مانا ہوا اصول ہے کہ سربراہ مملکت اپنے ولی عہد کا فیصلہ اپنی زندگی میں ہی کر دیتا ہے جہاں ملوکیت ہو۔ اور جہاں جمہوریت بھی ہے وہاں سربراہ مملکت کی وفات یا بیرون ملک سفر کے دوران چیئرمین سینٹ یا سپیکر قومی اسمبلی کے لیے طے ہے کہ وہ سربراہ مملکت کی ناگہانی وفات کے ساتھ ہی قائمقام سربراہ مملکت کا منصب سنبھال سکتے ہیں۔ امیر المومنین کا انتخاب ضروری تھا اور فوری ہونا چاہیے تھا۔ جو ہو گیا۔ اس پر یار لوگوں کو تکلیف کیا ہے؟

الزامی جواب

ایران کے انقلابی مذہبی لیڈر...... جنہوں نے شہنشاہ ایران کے خلاف فرانس میں بیٹھ کر تحریک چلائی اور رضا شاہ پہلوی کا تختہ الٹ یا...... خمینی...... 3 جون 1990ء کو ان کا انتقال ہوا یہ ہفتہ کا دن تھا۔ تدفین منگل کو ہوئی جب اُن کے جانشین خامنائی کے انتخاب کا مرحلہ مکمل ہو گیا۔

یہاں تو خمینی صاحب کی میت کے لیے کوئی گارنٹی نہ تھی کہ وہ خراب نہ ہو گی۔

وہاں سید دو عالم کا جسد اقدس تھا جس پر عرصے بھی تدفین سے پہلے گزر جائیں۔ تروتازہ ہی رہنا تھا۔ وہ تو اب بھی تروتازہ ہے۔

ضروری یہ نہ تھا کہ تمام معاملات کو نظر انداز کر کے آپ کی تدفین کی جائے بلکہ ضروری تھا۔ کہ آپ کے جانشین کا انتخاب کر لیا جاتا تا کہ تمام امور اُس کے فیصلوں کے مطابق سرانجام دیئے جائیں۔ چنانچہ صحابہ

کرام نے ایسا ہی کیا۔

بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ اس منصب جلیل کے لیے ابو بکر صدیق ہی سب سے زیادہ اہل تھے اور امت کو سنبھالنے کا عظیم کردار آپ کے سوا کوئی اور شاید ادا نہ کر سکتا۔

الزام کے اس حصہ کی تو کوئی منطق ہی نہیں کہ صحابہ نے جنازہ کی نماز ادا نہیں کی۔

کوئی بتائے تو سہی کہ جنازہ

☆ کس نے پڑھایا۔

☆ کب پڑھا گیا۔

☆ کتنے لوگ نماز جنازہ میں شریک تھے، اور

☆ نماز جنازہ کہاں ادا کی گئی۔

☆ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ کیا ایسے ہوتا ہے جیسے عام مسلمانوں کا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صحابہ کا جنازہ ایسے ہی پڑھایا کرتے تھے۔

نہیں............ ہرگز نہیں

حضور کا جنازہ اس طرح تھا کہ رات دن صحابہ...... دور دور سے حاضر ہو کر حجرۂ عائشہ میں داخل ہوتے...... صلوٰۃ وسلام پڑھتے۔ یہ سلسلہ تین رات، دن جاری رہا۔ حضرات ابو بکر۔ عمر، عثمان، علی، عباس رضی اللہ عنہم نے اسی طرح جنازہ ادا کی۔ اور سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے یہ سعادت حاصل کی۔ پھر غسل، تکفین و تدفین کے امور میں سب صحابہ شریک تھے۔ مقام تدفین، اور قبر مبارک، حفری ہو یا بغلی۔ ان سب امور کے فیصلے امیر المؤمنین کی رائے پر ہوئے۔ کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

دو اہم نکتے

حضرت ابو بکر کی جانشینی کے دلائل اپنی جگہ موجود ہیں۔

قرآن مجید کی آیت استخلاف، حضور کے ارشادت گرامی، اپنی حیات طیبہ میں ہر معاملہ میں ابو بکر کو اول رکھنا۔ وفات سے پہلے کی جمعرات کو مسجد نبوی میں خطبہ۔ اُسی رات عشاء کی نماز میں حکم دینا کہ ابو بکر نماز پڑھائیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت خاصہ اور مسجد نبوی میں بیعت عامہ...... حقائق ہیں ان کا انکار

کرنے والا اپنا ہی چہرہ نوچ رہا ہے۔اور اس پر ہمیں افسوس ہے۔

پھر......شیعہ کتب۔تفسیر قمی اور احتجاج طبرسی میں بھی قرآن مجید کی آیت (التحریم ۳) کے ضمن میں یہ الفاظ بطور شہادت واستدلال موجود ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین سیدہ حفصہ سے فرمایا تھا۔

''ان ابابکر یلی الحلافۃ من بعدی ثم بعدہ ابو ک''

بے شک میرے بعد ابو بکر خلیفہ ہوں گے اور اُن کے بعد تمہارے باپ۔(عمر)

دوسرا نکتہ......بعد کے تمام حالات نے بھی ثابت کیا کہ ابو بکر کا انتخاب درست تھا۔

☆ لشکر اسامہ کی روانگی

☆ فتنہ ارتداد کا استیصال

☆ مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد

☆ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت میں مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کے ساتھ قتال

ان امور سے حضرت ابو بکر ہی جانشینی کا حق ادا کر پائے تھے۔اسی لیے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی نے حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت کو سید دو عالم کے زمانہ رسالت کا تتمہ اور تکملہ قرار دیا ہے۔

بہر حال......حضرت ابو بکر پر یہ اعتراض سب سے بڑا اعتراض تھا۔اس کی حقیقت واضح ہوگئی۔

الزام کا ایک پہلو یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے جبراً بیعت لی گئی۔اگر یہ الزام ہے تو یہ الزام کس پر بنتا ہے۔ اگر الزام رکھنے والوں کی بات مان لی جائے اور یہ کہا جائے کہ سیدنا علی المرتضیٰ نے تقیہ کے طور پر مجبوراً بیعت کی۔

تقیہ......کمزوری۔35ھ تک 24 سال۔رفاقت اتباع۔حمایت۔کیا یہ تقیہ تھا۔

اس عرصہ میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کا دور خلافت تھا۔حضرت علی۔ان کی امامت میں نماز ادا کرتے رہے۔تائید وحمایت کرتے رہے۔نمازوں کی تعداد تقریباً۔43200۔بنتی ہے۔ان نمازوں کا کیا حکم ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی بہادر تھے جراتمند تھے، ایمان وتقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر تھے۔بطیب خاطر اور اپنے کامل اختیار کے ساتھ بیعت وحمایت کی تھی اگر ایسا نہ تھا تو الزام حضرت ابو بکر، عمر، عثمان پر نہیں۔ خود حضرت علی المرتضیٰ پر عائد ہوتا ہے اور ہم اس الزام کو پوری بصیرت اور دلائل کے ساتھ رد کرتے ہیں۔

مطالعہ مذاہب

جناب بشیر احمد مرحوم

اسلام اور عیسائیت

(یہ مضمون جناب بشیر احمد کی کتاب "بائبل کا تحقیقی جائزہ" کا باب نمبر ۹ ہے۔ادارہ)

ساتویں صدی عیسوی میں عرب کے کئی علاقوں میں عیسائیت موجود تھی رومن اور ایرانی حکومتوں نے اپنی سیاسی اور معاشی اغراض کی تکمیل کے لیے اسے عرب میں متعارف کرایا۔عراق، عمان، ایران، شام وغیرہ میں عیسائی قبائل اور بعض شاعر موجود تھے۔کئی کلیسا بھی قائم ہو چکے تھے جن میں ایک صنعا کے مقام پر تعمیر ہوا۔اس کے مذہبی اور معاشی محرکات تھے۔مکہ تجارتی مرکز تھا۔اس کی حیثیت کو کمزور کرنے کے لیے حبشہ کے حکمران نے عیسائیوں کو حکم دیا کہ صنعا کے گرجے کو مقام حج بنائیں اور مکہ جا کر حج ادا نہ کریں لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔حبشہ کی فوج کا جرنیل ابرہہ ۵۷۰ء میں ہاتھیوں کی فوج لے کر خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے مذموم ارادے سے روانہ ہوا لیکن خدا نے اس کی ہاتھیوں کی فوج کو تباہ کر دیا۔ ۵۷۱ عیسوی میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

نجران میں عیسائیت پانچویں صدی میں متعارف ہو چکی تھی اس کا ایک وفد بشپ ابوحارثہ کی سربراہی میں مدینہ آیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو خدا کی وحدانیت کا پیغام دیا اور فیصلے کے لیے مباہلہ کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ان کا تعلق مونوفیزی یا یعقوبیہ فرقے سے تھا جو مسیح کی خدائی اور انسانی فطرت کو یکجا مانتے تھے۔

مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی، رسول اور مسیح مانتے ہیں۔ان کی اور ان کی والدہ محترمہ کی بہت عزت کرتے ہیں۔قرآن نے جس انداز سے مسیح علیہ السلام کی تعریف کی ہے اور ان کی شخصیت کو نکھارا ہے وہ بے مثل ہے لیکن عیسائی...... قرآن کا احسان ماننے کی بجائے

گزشتہ کئی صدیوں سے اسلام اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی میں مصروف ہیں، باوجود یکہ موجودہ صدی میں عیسائیوں اور دیگر مخالفین اسلام کو اسلام کی کافی تفہیم حاصل ہوگئی ہے بلکہ وہ بعض مسلمان محققین سے زیادہ اسلام کی حقیقت کا ادراک رکھتے ہیں پھر بھی وہ تعصب اور بغض وعناد کے شکار ہیں۔ مستشرقین کی کتب میں اتنی فضول باتیں درج ہیں کہ ایک عام سی سوجھ بوجھ رکھنے والا آدمی بھی انہیں قبول نہیں کرسکتا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ عرب جیسے بے آب وگیاہ علاقے میں جہاں رسل و رسائل کے ذرائع انتہائی محدود تھے اور تمدن و معاشرت غیر ترقی یافتہ حالت میں تھا، کس طرح قرآن جیسی جامع بے نظیر اور ناقابل تردید مستند کتاب منصۂ شہود پر آ گئی کہ جس نے ایک تاریخی انقلاب برپا کردیا؟ اور وہ کیسی عظیم ہستی تھی جس نے عرب مشرکین کی ایسی عملی اور اخلاقی تربیت کی کہ وہ قیصر وکسریٰ کے اقتدار کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے؟...... وہ مستشرقین خدا کی طرف سے وحی کے نزول کو تسلیم کرنے کی بجائے طرح طرح کے بے سروپا قصے گھڑتے رہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے آغاز کے وقت انجیل کا کوئی عربی ترجمہ موجود نہ تھا اور نہ ہی عرب میں یونانی، قبطی، سریانی اور عبرانی زبانوں کے ماہر موجود تھے اور نہ ہی کسی عام بلکہ کسی خاص آدمی کی ان کتب تک رسائی تھی۔ نہ ہی کسی کو علم تھا کہ یہ کتب کیا ہیں۔ محض چیدہ چیدہ افراد کو حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں چند قصے کہانیوں اور انتہائی مسخ شدہ عقائد سے واقفیت تھی۔

ساتویں صدی عیسوی کی عیسائیت اتنی انحطاط پذیر اور مسخ شدہ Debased حالت میں تھی کہ اس سے کفر وشرک بدرجہا بہتر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد گرامی ہے کہ بنو کلب نے عیسائیت سے کیا لیا صرف شراب نوشی کی عادت؟...... اس وقت شامی عیسائیت نسطوری، یعقوبی یا مونو فیزی فرقوں اور کئی دیگر عقائد کے اختلافات اور باہمی آویزش میں مبتلا تھی۔

اب ہم عیسائیوں کے مسلمہ عقائد کا قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں تاکہ حق

وصداقت آشکار ہو۔

مسیحی معتقدات

حضرت مسیح علیہ السلام پر وحی کا نزول

قرآن حضرت مسیح علیہ السلام پر وحی کا نزول بیان کرتا ہے جو ان کی کتاب (انجیل) تھی۔ عیسائی یہ نہیں مانتے۔ ان کا ایک الگ تصور ہے۔ وہ اس بات کی تردید کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر کوئی خدا کا کلام یا انجیل نازل ہوئی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ یوحنا کی انجیل میں خداوند یسوع مسیح کو کلام کہا گیا ہے۔

> ''ابتدا میں کلام تھا، کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا، سب چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ بھی پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔'' (یوحنا ۱:۱:۶)

عیسائی عقیدے کے مطابق جب کلام اور خدا ایک ہی ہیں تو خدا کی طرف سے کلام اور کسی کتاب کے نزول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کا کہنا ہے کہ خداوند مسیح نے خود فرمایا ہے کہ ''میں اور باپ ایک ہیں''۔

جب شخصیتیں ایک ہیں تو نزول کلام کوئی معنی نہیں رکھتا۔ مسیح خدا کا زندہ کلام و الہام و مکاشفہ ہیں۔ آپ خود ہی زندہ انجیل، انجیل کا سرچشمہ اور اناجیل مکتوب نازل کرنے والے ہیں، اس لیے کہ جب کلام خود ہی مجسم ہو کر ہمارے سامنے آ گیا تو نزول کلام کا کوئی تصور باقی نہ رہا۔

اس عقیدے کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کسی بھی زبان یعنی آرامی (ان کی مادری زبان) یونانی یا کسی اور زبان میں کوئی کتاب (انجیل) نازل نہیں ہوئی کیونکہ خداوند یسوع مسیح خود کلام مجسم تھے، ان کا ہر لفظ وحی تھا کیونکہ تثلیث باپ بیٹا اور روح القدس کے تین اقانیم ہیں۔

آپ اقنوم ثانی تھے۔حواریوں (رسولوں) نے ان کے کلام کو روح القدس کی تحریک و تائید اور رہنمائی میں یونانی زبان میں قلم بند کیا۔(۱)

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو رسول کا لقب دیا کیونکہ یہ رسولوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ کلام الٰہی کی منادی کریں۔حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کو جو تعلیم دی تھی وہ زبانی اور فی البدیہہ تھی۔

تجسم

خدا اپنے ازلی کلمہ و کلام میں ہو کر بندوں میں آیا، خدا یسوع المسیح میں ظاہر ہوا، خدا کی محبت یسوع المسیح میں ظاہر ہوئی لیکن یہ تجسم یا حق تعالیٰ کا خارجی ظہور اکمل اتحاد و حلول کی راہ سے نہیں ہوا، نہ قدیم حادث ہوا اور نہ حادث قدیم۔

یوں نہ الوہیت بشریت بنی اور نہ بشریت الوہیت۔قدیم قدیم ہی رہا اور حادث قدیم نہ بنا بلکہ خدا کے علم قدیم اور کلمۂ ازلی نے اعلیٰ اور ارفع بشریت کو قبول کیا۔اسے ظرف ظہور بنایا تا کہ یہ بشریت الوہیت نما ہو جائے۔

ازلی بیٹا

خدا کی وحدت نسبی میں کلمہ ازلی یا کلام نفسی ذات کا دوسرا اقنوم ہے۔یسوع اور یسوع کی بشریت کا اس مقام میں کوئی گزر نہیں۔کلمہ ازلی جو خارجیت کی جہت سے المسیح ہے، ذات حق سے صدور کے باعث ازلی بیٹا ہے، جسم اور جسمانی وجود کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ خدا نہ جسم ہے نہ جسمانی ظہور، بلکہ ظہور صدور ازلی کی جہت سے کلمہ ازلی (حضرت مسیح علیہ السلام) ازلی بیٹا ہے۔وہ نسبت باطنی و روحانی کی وجہ سے اکلوتا یعنی لاثانی طور پر بیٹا ہے۔

ذات وصفات الٰہی

انجیل یوحنا میں ہے کہ "خدا محبت ہے" (یوحنا ۴:۱۸) عیسائی کہتے ہیں کہ محبت کثرت کا

تقاضا کرتی ہے، فرد واحد محبت نہیں کرسکتا جب تک محبوب نہ ہو۔ خدا ازلی ہے اور وہ محبت ہے لہٰذا محبت بھی ازلی ہے اور محبت ازلی محبوب ازلی کے بغیر ممکن نہیں۔ پس خدا کی ذات واحدہ کے بطون میں محبت ازلی، محبوب ازلی اور محبت ازلی کی کثرت باطنی ہے اور اس کثرت باطنی کی جہت سے حق تعالیٰ کی ذات واحدہ کو واحد کہتے ہیں اور کوئی وحدت کثرت کے بغیر وحدت نہیں بن سکتی۔

تثلیث

عیسائی تثلیث فی التوحید یا توحید فی التثلیث کو اپنے عقائد کی بنیاد سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خدا ایک قادر مطلق ذات ہے جس میں تین اقنوم ہیں جنہیں باپ بیٹا اور روح القدس کہتے ہیں۔ یہ خدا کی سہ اقنومی وحدت ہے۔ خداوند یسوع مسیح پر بپتسمہ کے وقت روح نازل ہوئی اور باپ کی آواز سنائی دی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ غرضیکہ عقیدہ تجسم یعنی "مسیح ایک ہی وقت میں خدا اور انسان تھے"...... کے مطابق خدا تین اقانیم سے مرکب ہے، باپ بیٹا اور روح القدس (تثلیث)......روح القدس سے مراد باپ اور بیٹے کی صفت حیات اور صفت محبت ہے یعنی اس محبت کے ذریعے خدا کی ذات (باپ) اپنی صفت علم (بیٹے) سے محبت کرتی ہے اور بیٹا باپ سے محبت کرتا ہے۔ یہ صفت جوہری وجود رکھتی ہے اور باپ بیٹے کی طرح قدیم ہے۔ اسی وجہ سے اسے مستقل اقنوم کی حیثیت حاصل ہے۔

مصلوب ہونا اور مر کر جی اٹھنا

مسیحی عقیدہ کے مطابق یسوع مسیح کامل خدا اور کامل انسان ہیں یعنی بشریت اور الوہیت کا جامع ہیں۔ اس لیے بشریت کے اعتبار سے تو آپ مصلوب ہوئے لیکن کامل الوہیت کی جہت سے آپ زندہ ہوئے اور موت پر فتح پائی چنانچہ مکاشفہ (۱:۸) میں آیا ہے کہ "میں اول اور آخر ہوں، میں مر گیا تھا اور دیکھ ابدالآباد زندہ رہوں گا اور موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں۔"

کفارہ

عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب دینے کے واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ انہوں نے ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔اس لیے ان کے پیروکار ایمان رکھتے ہیں کہ دل کی دوری یا خدا سے انسان کی ابدی جدائی جو حقیقی موت ہے اور جسمانی موت سے زیادہ مہیب اور خوفناک ہے، یسوع مسیح کی مصلوبیت اور صعود سے نیست و نابود ہو چکی ہے۔ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حقیقی ایماندار مرتے نہیں بلکہ یسوع المسیح میں سو جاتے ہیں۔ وہ موت کو ایک دروازہ سمجھتے ہیں جس سے ایماندار گزر کر ابدی زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں۔

قیامت اور حیات ابدی

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت مسیح کی مصلوبیت اور صعود، قیامت اور حیات ابدی کے محکم دلائل ہیں۔ وہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا زندہ ثبوت ہیں۔جس طرح حضرت مسیح مصلوب ہو کر دوبارہ زندہ ہوئے، بعینہٖ ایماندار قیامت کو دوبارہ زندہ ہو کر حیات ابدی میں داخل ہوں گے۔(۲)

اصولی اختلاف

اسلام اور عیسائیت میں کئی اصولی اختلافات ہیں۔

☆ اسلام خدا کی وحدنیت کا درس دیتا ہے اور ہر قسم کی تثلیث کا انکار کرتا ہے۔

☆ اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی اور رسول اور مسیح کہتا ہے۔عیسائی انہیں خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔خواہ اس کا کوئی بھی مفہوم متعین کیا جائے، خدا اس کی نفی کرتا ہے اور اسے عقیدۂ توحید کے منافی قرار دیتا ہے۔

☆ اسلام مسیح علیہ السلام کے قتل یا مصلوب ہونے کی تردید کرتا ہے، عیسائی ان کی مصلوبیت اور مر کر زندہ ہونے کے قائل ہیں۔

☆ اسلام ازلی گناہ اور کفارے کا انکار کرتا ہے اور انبیاء کی عصمت کا قائل ہے۔

☆ اسلام شریعت پر کاربند ہونے کا حکم دیتا ہے، عیسائیت شریعت کو لعنت کہتی ہے۔

☆ قرآن خدا کا نازل کردہ کلام ہے۔ عہد نامہ جدید اور قدیم انسانی تصانیف ہیں جو کمی بیشی اور تحریف کا شکار ہیں۔

☆ قرآن کی حفاظت کا خود خدا نے وعدہ کیا ہے۔ اسلام کو کامل اور پسندیدہ دین قرار دیا ہے، اس کا نام خود رکھا ہے۔ یہ عالمگیر مذہب ہے، عیسائیت میں ایسی کوئی بات نہیں۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ تمام انبیاء سے افضل اور خاتم النبیین ہیں۔ ان کی حیات طیبہ مسلمانوں کیلئے اسوۂ حسنہ ہے۔ ان کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ تاریخ، قرآن اور حدیث میں محفوظ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے اصل حالات وتعلیمات موجود نہیں، نہ ہی وہ قابل تقلید نمونہ بن سکتی ہے اور نہ ہی عیسائیت کا کوئی ایسا دعویٰ ہے۔

☆ حضور نبی کریم ﷺ ایک تاریخی شخصیت ہیں۔ حضرت مسیحؑ کے تاریخی وجود سے کئی یورپی مصنفین نے انکار کیا ہے۔ یہ قرآن کا احسان ہے کہ اس نے ان کی ذات اور تعلیمات کا درست تعارف کرایا اور ان کی والدہ محترمہ بی بی مریمؑ پر لگائے گئے الزامات کی تردید کی۔

☆ حضرت مسیح نے نہ تو شادی کی نہ دشمنوں پر فتح پائی۔ اس حوالے سے مسیحیت میں ہمیں کوئی رہنمائی نہیں ملتی۔

☆ حضرت مسیح نے اپنے پیروکاروں کو نصیحت کی کہ پوشاک بیچ کر تلوار لو۔ (لوقا ۲۲: ۳۶) لیکن نہ ان کے پیروکاروں نے اس پر عمل کیا، نہ ہی جہاد کیا اور نہ ہی حضرت مسیحؑ کو صحابہ کرامؓ جیسے جان نثار ساتھی ملے، بلکہ بعض نے تو ان کو آخر وقت میں دھوکہ دیا۔

☆ اسلام نے جو سیاسی معاشی سماجی اور تاریخی انقلاب بپا کیا، عیسائیت میں اس کا کوئی تصور نہیں۔ حضرت مسیح نے جس آسمانی بادشاہت کے قیام کا اعلان کیا، نہ تو اس کی کوئی تفصیل موجود ہے اور نہ ہی اس کا قیام عمل میں آیا، بلکہ عیسائیت یورپی استعمار اور سامراجی

طاقتوں کی لونڈی بنی رہی اور اب بھی وہ مذہب کی آڑ میں بڑی طاقتوں کے سیاسی مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہے۔

قرآن بطور مصدق

قرآن......تورات وانجیل کے درست واقعات اور سچی تعلیمات کا مصدق اور نگہبان ہے۔اس کے علاوہ جو رطب ویابس ہے مثلاً حضرت مسیح کا مر کر جی اٹھنا اور کفارہ وغیرہ،تو ایسے خود ساختہ اور غالیانہ عقائد کو مسترد کرتا ہے۔قرآن ان کی درست تعلیمات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان میں موجود پیش گوئیوں کو پورا کرتا اور ان کو سچا ٹھہراتا ہے۔ان میں سب سے بڑی پیش گوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ تھی جس کا پہلی کتب (توریت وانجیل) میں واضح ذکر موجود تھا،اور اب بھی ان محرف ومبدل کتب میں حوالے موجود ہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ مسیحؑ نے تورات کی تصدیق کی کہ یہ خدا کی نازل کردہ کتاب تھی۔ انجیل کو تورات کی مصدق قرار دیا گیا ہے لیکن محافظ ونگہبان اور مہیمن قرار نہیں دیا گیا۔یہ اسلام کی شان ہے کہ اس نے گزشتہ شریعتوں کو منسوخ کر کے ان میں سے ان تعلیمات کو محفوظ کر دیا جو انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کیلئے ضروری تھیں۔

قرآن نے جہاں کہیں تصدیق بمعنی سچا قرار دینا اور ماننا استعمال کیا ہے وہاں اس کے صلہ ب کا ذکر کیا ہے مثلاً من جاء بالصدق و صدق بہ.....اور جہاں کتب وغیرہ کی تصدیق کا ذکر کیا ہے وہاں اس کا صلہ لام بیان کیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب اس کی مصدق ہے یعنی اس کے مطابق نازل ہونے کی وجہ سے اس بشارت کی تصدیق کر رہی ہے۔دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے کہ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ......یعنی یہ قرآن ان کتابوں کی طرف سے تصدیق کیا گیا ہے جو اس سے پہلے تھیں یعنی ان کتابوں میں اس کے آنے کی خبر موجود ہے۔(۳)

بی بی مریم علیہا السلام کی حیثیت

☆عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن نے حضرت مسیح اور بی بی مریم کی تثلیث بیان کی ہے حالانکہ عیسائی باپ (خدا) بیٹا (مسیح) اور روح القدس کی تثلیث مانتے ہیں۔

قرآن نے خدا، مریم اور حضرت مسیح کی تثلیث ہرگز بیان نہیں کی اور بی بی مریم کو تین اقانیم میں سے ایک اقنوم قرار نہیں دیا وہ عیسائی جو بی بی مریم کو خدائی کا درجہ دیتے تھے ان کے عقیدے کی تردید کی ہے۔ کلاریدی فرقہ collyridian نہ صرف بی بی مریم کی خدائی کا قائل تھا بلکہ چوتھی صدی عیسوی میں بی بی مریم کے نام پر کئی گرجے بنے اور انہیں خداوند کو جنم دینے والی ہستی Bearer of God قرار دیا گیا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ قیصر روم قسطنطین نے نیقہ کی مذہبی کونسل 325ء میں پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور خدا کی ذات سے ان کے کامل اتحاد کو بیان کر کے ان کی الوہیت کا عقیدہ تراشا اور اس کے بعد بلا کسی جواز کے روح القدس کو ساتھ ملا دیا اور بیٹے کی الوہیت میں روح القدس کی الوہیت شامل کر دی گئی۔ قسطنطنیہ کی مذہبی کونسل 381ء تک یہ عقیدہ عام کیا گیا کہ باپ بھی خدا ہے، لیکن یہ تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔ یہ تین اقانیم باپ بیٹا روح القدس ایک دوسرے سے الگ ہیں لیکن اپنی ازلیت اور قوت کے لحاظ سے مساوی ہیں اور ایک ہی جوہر Co-substantiality ہیں۔ اسے توحید فی التثلیث یا تثلیث فی التوحید کہا گیا۔

چوتھی صدی عیسوی میں وضع کردہ اس عقیدے کے عقلی علمی اور منطقی جواز تراشے گئے اور تثلیث کی بھول بھلیوں میں خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا گیا۔ اقنوم اول (خدا) اقنوم ثانی (بیٹے) اور اقنوم ثالث (روح القدس) کو الوہیت اور صفات کے اعتبار سے ذات واحدہ میں یکساں اور مساوی قرار دیا گیا۔

تثلیث کے تین اقانیم جن کو وجود کے لحاظ سے ایک، ازلی اور مساوی مانا جاتا ہے،

عیسائیت کی تاریخ میں مابہ نزاع رہے۔مشرقی کلیسا کہتا تھا کہ روح القدس باپ سے چلتی ہے، Proceeds from the Fatherمغربی کلیسا کہتا تھا کہ باپ اور بیٹے سے چلتی ہے،اور یہ نیقہ کونسل میں اختیار کیے گئے عقیدے کی ترمیم شدہ کونسل تھی۔381ء میں قسطنطنیہ کی کونسل میں روح القدس کو باضابطہ طور پر تیسرا اقنوم قرار دے کر تثلیث کو مستحکم کیا گیا۔عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدااورلوگوں کے درمیانی واسطہ نہیں مانتے بلکہ نجات کا ازلی جزو مانتے ہیں۔اس لیے وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح میں زندگی بسر کرتے ہیں اور خدا(باپ) کے پاس واپس جاتے ہیں۔اس میں حضرت مسیحؑ کو کم درجہ نہیں دیا جاتا بلکہ ویسا ہی خدا مانا جاتا ہے جس نے انہیں تخلیق کیا اور نجات دی۔

مشرق میں یونانی مذہبیاتGreek Theology کے تحت عقیدۂ تثلیث میں تثلیث فی التوحیدTrinity in unity پر زور دیا جاتا تھا اور مغربی کلیسا حضرت مسیح کی الوہیت پر زور دینے کیلئے توحید فی التثلیثUnity in trinity کی اصطلاح استعمال کرتا تھا۔بنیادی طور پر یہ ایک ہی قسم کا عقیدہ ہے۔(۴)

مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے بی بی مریم کو اقنوم نہیں مانا بلکہ ان کی خدائی کے عقیدےTheotokos کی تردید کی۔تثلیث چاہے کسی صورت میں ہو،قرآن مطلق طور پر اس عقیدے اور تصور کی نفی کرتا ہے اور خدا کو واحد مطلق اور یکتا بتاتا ہے۔عیسائیوں کی عقلی اور منطقی توجیہات کے باوجود تثلیث کا تصور نظریہ توحید کی نفی ہے۔جس طرح تین اقانیم کو وہ یکجا کرتے ہیں اور بیٹے اور روح القدس کی ازلیت ویکسانیت پیدا کرتے ہیں وہ قرآن کے تصور توحید سے مطابقت نہیں رکھتا۔

قدیم تراجم میں عقائد

عیسائی کہتے ہیں کہ ظہور اسلام سے قبل عہد نامہ جدید کا لاطینی ترجمہ (ولگیٹ) سریانی (پشاتا) قبطی آرمینائی تراجم ہوئے۔ان میں وہی عقائد درج ہیں جواب عیسائی مانتے ہیں،اس لیے مسیحیوں کے عقائد میں تبدیلی نہ ہوئی۔

اس سوال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ

بائیبل کا کوئی اصلی نسخہ Autograph دستیاب نہیں جس کی مدد سے کسی قسم کا تقابل کیا جا سکے۔ پہلی انجیل رفع مسیح علیہ السلام کے از کم نصف صدی بعد تصنیف ہوئی اور دوسری صدی عیسوی میں باقی اناجیل منظر عام پر آنے لگیں۔ ان کو مذہبی کتاب کا درجہ چوتھی صدی عیسوی میں حاصل ہوا جب 27 کتب پر کلیسائی کونسل روما 382ء نے اتفاق کر لیا۔ دیگر کئی اناجیل کے ساتھ ساتھ یہ کتب پہلو بہ پہلو موجود رہیں۔ بعض کتب کے جزوی تراجم بھی ہوئے لیکن چوتھی صدی عیسوی میں ان کی نقول کا سلسلہ شروع ہوا اس لیے ان نقول اور تراجم میں تقریباً وہی مواد ہے جو مروجہ اناجیل میں ہے۔ اگر تقابل اور عقائد کا اختلاف دیکھنا ہے تو حضرت مسیحؑ کے قریبی زمانے کی اناجیل جن کو مسترد کر کے اپوکریفا کا نام دیا گیا، ان کا مطالعہ کریں۔ ابونائی فرقے کی انجیل دیکھیں، مارسیون غناسطی فرقے کی انجیل دیکھیں اور دوسرے مخالف فرقوں کی اناجیل، رسولوں کے اعمال اور دیگر کتب کے مجموعے دیکھ کر اختلاف عقائد کو متعین کریں۔ ان نام نہاد غیر مستند کتب (اپوکریفا) کا مطالعہ کریں جن کو آبائے کلیسا مستند، متبرک اور مقدس مانتے تھے اور ان کو دعاؤں اور عبادات میں پڑھتے تھے اور ایمانیات کا حصہ قرار دیتے تھے۔ قدیم نسخوں اور تراجم میں متن کے اختلافات قرأت مختلفہ، کتابوں کی تعداد میں اختلاف اور کئی قسم کے تغیر و تبدل اور لفظی و معنوی تحریف کی ہم نشاندہی کر چکے ہیں۔ (۵) اس لیے ان تراجم کو عقائد کی صحت کی دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

صلیبی وفات کا نظریہ

عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کا مصلوب ہونا ان کا بنیادی عقیدہ ہے۔ قرآن عیسائیوں کے باسلیدی اور دوستائی فرقوں کی طرح اس عقیدے کی نفی کرتا ہے۔

عیسائیوں کا فرقہ دوستائی Docetic کہتا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے کیونکہ خدا مصلوب نہیں ہو سکتا، ان کی جگہ شمعون کرینی یا یہودہ اسکریوطی مصلوب ہوا۔ قرآن نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا قتل کیے جانے کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہود کو اس کا شبہ ہو گیا۔ وہ یقینی طور پر قتل نہ ہوئے۔ خدا نے ان کو بچا لیا اور ان کا اپنی طرف رفع

کرلیا۔قرآن نے کسی دوسرے شخص کے مصلوب ہونے یا اس کی حضرت مسیح علیہ السلام جیسی شکل بننے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔بعض تفاسیر میں مسیحیت کے زیر اثر ایسی باتیں آ گئی ہیں۔قرآن نے دوستائی فرقے کا عقیدہ بیان نہیں کیا بلکہ پہلی دفعہ یہ بتایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تو مصلوب ہوئے اور نہ قتل ہوئے۔عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب قرار دے کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کیلئے لعنت قبول کی۔ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب قرار دینے اور توریت کے مطابق لعنتی موت (معاذ اللہ) مرنے کا مورد قرار دیتے ہیں۔عیسائیوں نے مصلوبیت کی بنیاد پر کفارہ کا عقیدہ گھڑا اور کہا کہ انہوں نے مصلوب ہو کر ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔قرآن نے حضرت مسیح علیہ السلام کی مصلوبیت اور قتل کی تردید کر کے ان عقائد باطلہ کو ختم کر دیا اور یہود کے غلط الزامات سے ان کی بریت کر دی۔

حواشی

(1) پروفیسر یوسف جلیل، جعلی انجیل برناباس، کرسچین سٹڈی سنٹر، راولپنڈی۔ص:۲۹۔۳۰

(2) ایضاً

(3) جلال الدین شمس، کیا اناجیل الہامی ہیں، ربوہ۔ص:۳۵

(4) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا1962

تثلیث پر عمدہ بحث کیلئے دیکھیں

Encycolopedia of Religion-Trinity

Auther: W.Wain Wright, The Trinity in the New Testament, London.1962

(5):۔ مسلم مؤرخین اور مفسرین نے تحریف لفظی و معنوی، دونوں کو بیان کیا ہے۔ان میں یعقوبیؒ 1358ء مسعودیؒ 956ء، البیرونیؒ 1048ء، علامہ ابن حزمؒ 1064ء، امام ابن تیمیہؒ 1325ء شامل ہیں۔گزشتہ صدی میں مولونا عبدالحق حقانیؒ، مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، علامہ رشید رضا مصریؒ نے عیسائیت اور بائیبل میں لفظی اور معنوی تحریفات پر بحث کی ہے۔

Suggested Readings

☆ W. baur, Orthodoxy and Heresy in Earliest Christianity, Phil USA 1971

☆ H.Kraemer, The Christian Message in a Non Christian World, 3rd Edition,Mich,USA 1963

☆ Paul Varo Martison, Islam-An Inroduction for Christain.

جامعہ اسلامیہ میں

مطالعہ مذاہب لائبریری کا قیام

علماء اور مفکرین کے توجہ دلانے پر وقت کی اس شدید ضرورت کو پورا کرنے کیلئے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی یاد میں مجوزہ "مطالعہ مذاہب لائبریری" فوری طور پر۔۔۔۔۔

مجاہدِ کبیر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ سے منسوب "قرآن ہال" میں قائم کی گئی ہے، جس میں بالخصوص ۔ مذاہبِ عالم پر تحقیقی کام کرنے والے علماء، یونیورسٹیوں میں ایم فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے سکالرز اور مکالمہ بین المذاہب کی تیاری کرنے والے حضرات کیلئے کتب کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے

علمی و تحقیقی کام کرنے والے حضرات استفادہ کر سکتے ہیں

رابطہ: 0300.7400678-0300.4731347

Regd. No: C-P-L 216

MONTHLY

MUKALMA BAIN-UL-MAZAHIB

LAHORE, PAKISTAN. PH 37595311

مرکز تحقیقِ اسلامی پاکستان کے زیرِ اہتمام

فضلاءِ درسِ نظامی اور علماء و خطباء کیلئے

ترجمانِ اسلام حضرۃ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ

حجۃ الاسلام حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ

امام اہلسنت حضرۃ مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ

دین اسلام اور مذہب اہل سنت والجماعت کے علمی دفاع، اسلام کے معاصر و منحرف مذاہب، باطل فرق اور الحادی تحریکوں کے علمی تجزیہ و تعاقب و مکالمہ بین المذاہب کی تربیت کیلئے

زیرِ نگرانی مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد الرؤف فاروقی صدر جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ

جامعہ اسلامیہ جی ٹی روڈ کامونکے میں

دار المبلغین

اعلانِ داخلہ

ایک سالہ کورس کیلئے درخواستیں 25 رمضان تک وصول کی جائیں گی

داخلہ کیلئے میٹرک پاس کو ترجیح ہوگی

دورانیہ

25 شوال سے 25 رجب تک

خصوصیات

علماء کرام اور مذاہب و مسالک کے ماہر اساتذہ کے اسباق، جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کی تربیت، مباحثہ، مناظرہ، خطابت اور تجزیہ کی مشق

منجانب

مرکز تحقیقِ اسلامی جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ کامونکے ضلع گوجرانوالہ پاکستان

0300.4731347
0300.7400678